کرامات اولیاء

اعداد

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔ اٹوابازار۔ سدھارتھ نگر۔ یوپی۔ انڈیا

داعی احساء اسلامک سینٹر۔ سعودی عرب

موبائیل: 0509067342 (00966)

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدّمہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين، وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

اولیائے کرام اللہ کے وہ برگزیدہ بندے ہیں جن کے مناقب وفضائل قرآن کریم اور صحیح احادیث کے اندر نمایاں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان و تقوی، خوفِ الٰہی، پرہیزگاری اور اطاعت واتباع سے مزین اور آراستہ ہوتے ہیں۔ فرائض کے پابند، نوافل کے شیدا، محرمات سے دور، مکروہات سے نفور اور اپنے ہر عمل میں خواہشات نفس کے بجائے رضائے الٰہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان پر اللہ کی نوازش ہوتی ہے۔ وہ جب اللہ سے مانگتے ہیں اللہ انھیں عطا فرماتا ہے، جب اس کی پناہ ڈھونڈتے ہیں انھیں اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔ جب انھیں حاجت وضرورت ہوتی ہے ان کے لئے اللہ کی طرف سے

کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ اپنے ولی ہونے کا دعوی نہیں کرتے اور نہ ہی اپنی کرامتوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ وہ اللہ کے شکر گزار اور متواضع ہوتے ہیں۔ اللہ کی حمد وثنا سے ان کی زبان تر ہوتی ہے۔ توبہ واستغفار اور تسبیح وتہلیل میں انھیں سکونِ قلب اور راحتِ جان ملتی ہے۔

اولیائے کرام اللہ کے وہ مخصوص بندے ہیں جنھیں دیکھنے سے اللہ کی یاد آتی ہے۔ ان کا علم و عمل توحید وسنت کی محکم بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔ وہ شرک وبدعت سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ انھیں بھلائیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں۔

اولیائے کرام کی کرامتیں برحق ہیں۔ سلف صالحین اور ائمۂ دین ومحدثین نے کبھی ان کا انکار نہیں کیا۔ افراط و تفریط کے شکار اہل بدعت ہی کراماتِ اولیاء کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ کرامات کے نام پر ہر خشک وتر اور غث وسمین کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنا ضروری ہے۔

زیر نظر موضوع سے متعلق ہمارے ناقص علم کے مطابق صحیح

عقیدہ و منہج کو پیش کرنے والی اردو زبان میں کوئی مستقل اور متوسط کتاب نہیں تھی، لہٰذا ضرورت تھی کہ اس موضوع پر کچھ کام کیا جائے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اہداف و مقاصد کو سامنے رکھ کر یہ کتاب ترتیب دی گئی۔

۱۔ کرامات اولیاء کا برحق ہونا ثابت اور واضح کیا جائے۔

۲۔ کرامات اولیاء کے تعلق سے امت میں پائی جانے والی جہالت کو کم کیا جائے۔

۳۔ منکرین کرامات اور عقلیت پرستوں کی تردید کی جائے۔

۴۔ اہل حق، اہل حدیث اور سلفی حضرات پر منکر کرامات ہونے کی تہمت کا ازالہ کیا جائے۔

۵۔ رحمانی و شیطانی کرامات کے درمیان خط امتیاز کھینچنے کی کوشش ہو، ان کے مابین فرق و امتیاز کی وضاحت کی جائے۔

۶۔ کرامات اولیاء کے شرائط و ضوابط بیان کئے جائیں تاکہ کرامات کے نام پر بعض جماعتوں کی طرف سے پھیلائی جانے والی گمراہیوں کا سد باب ہوسکے۔ نیز کرامت کے نام پر جادو گروں، کاہنوں، شعبدہ بازوں

اور دجل وفریب کے کاروباریوں نے جو طوفان بلاخیز بپا کرر کھاہے اور جس کے نتیجہ میں جاہل، نادان اور سادہ لوح عوام کی اکثریت گمراہی کا شکار ہے، اس کے آگے بند باندھا جاسکے۔

۷۔ صحیح اور ثابت شدہ کرامات کے چند نمونے پیش کردیئے جائیں جس سے اہل ایمان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور انھیں تسکین قلب حاصل ہو۔

ہم نے اپنے طور پر اللہ سے مدد طلب کر کے بہتر سے بہتر انداز میں مذکورہ اہداف کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کی ہے لیکن ہم اس میں کس قدر کامیاب ہیں یہ قارئین کرام ہی بتا سکتے ہیں۔

اگراس کتاب میں کوئی حسن وخوبی ہے تو وہ اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے ہے اور اگر کوئی نقص وعیب یا تقصیر ہے تو یہی بشریت کا تقاضا ہے۔ ہم ہر قاری سے مخلصانہ التماس کرتے ہیں کہ کوئی بھی مثبت اور اصلاحی تنقید پیش کرنے میں قطعاً بخل یا سستی یا جھجک سے کام نہ لیں۔ ہر اصلاحی قدم کا خیر مقدم اور ہر صالح پیش رفت بصد تشکر وامتنان مقبول ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بعد ان تمام بزرگان اور احباب کے شکر گذار ہیں جن کا تعاون کسی بھی شکل میں اس کتاب کے منظر عام تک لانے میں رہا ہے اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو اپنے مؤلف، مراجع، قاری اور ناشر ہر ایک کے لئے ذخیرۂ آخرت اور میزان عمل کو وزنی کرنے کا وسیلہ بنائے اور اللہ کے نیک بندوں میں فروغ عام اور قبولیت تام بخش کر کے ان کی اصلاح ومنفعت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

دعا گو

عبد الہادی عبد الخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔ اٹوا بازار۔ سدھارتھ نگر۔ یوپی۔ انڈیا

داعی احساء اسلامک سینٹر۔ سعودی عرب

(00966) - 0509067342

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرامت کیا ہے؟

کرامت اس خلاف عادت غیر معمولی کام کا نام ہے جو اللہ کی جانب سے کسی صحیح عقیدے اور صالح عمل والے انسان کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً رات کی تاریکی میں لاٹھی کے سرے سے روشنی نکلنا، قید کے اندر بے موسم کا پھل غیبی طور سے پہنچ جانا۔ وغیرہ

جمہور علماء اہل سنت اس کے وقوع کے جواز کے قائل ہیں۔ اس کے ذریعہ اللہ کی جانب سے نیک بندوں کی حاجت براری اور عزت افزائی ہوتی ہے نیز دین حق کو حجت و غلبہ نصیب ہوتا ہے۔

کرامت کی قسمیں

کرامت کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ ایک حسی کرامت اور دوسرے معنوی کرامت۔

حسی کرامت میں وہ ظاہری اور وقتی خلاف عادت امور آتے ہیں جنھیں ہر عام وخاص شخص دیکھ سکتا یا محسوس کر سکتا ہے مثلاً آگ کا نہ جلانا یا بے موسم کا پھل آجانا۔

معنوی کرامت میں وہ امور آتے ہیں جو اس کے برخلاف ہیں مثلاً دین وشریعت پر استقامت، توحید واتباع سنت، اللہ کے بندوں میں مقبولیت اور ذکر خیر۔

یاد رہے کہ معنوی کرامت کا درجہ حسی کراموں سے بڑھ کر ہے۔

کرامت کی اہمیت

اہل سنت اہل حدیث حسی کرامتوں کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معنوی کرامتوں سے نوازا ہے جو دراصل یقینی اور حقیقی کرامت ہیں مثلاً علم شریعت کی وراثت، ایمان واستقامت، اعتصام بحبل اللہ، توحید واتباع سنت اور منہج سلف سے تمسک۔

کسی بھی خارق عادت یا حسی کرامت کو اہمیت دینے والے دراصل وہ لوگ ہیں جو اس معاملہ میں نہایت مفلس ہوتے ہیں۔ جیسے ایک بھوکا روٹی

کے معمولی ٹکڑے کو اور ایک کنگال سونے کے چند سکوں کو بہت اہمیت دیتا ہے، ویسے ہی یہ لوگ معمولی خرق عادت کو بڑی اہمیت دیا کرتے ہیں۔

کرامت کے اسباب

کرامت ظاہر ہونے کے چند اسباب ہیں، مثلاً:

۱۔ دین حق کا غلبہ: جس وقت دین حق کی حقانیت کے ثبوت کے لئے دشمنانِ اسلام کے سامنے حجت کی ضرورت ہو، اس وقت اللہ کی طرف سے اہل ایمان بندوں کے لئے کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ دراصل نبی کے معجزہ کے ضمن میں آتا ہے کیونکہ نبی کی اتباع اور اس کے دین وشریعت پر مخلصانہ استقامت کے ذریعہ یہ چیز حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ بندۂ مومن کی حاجت براری: جس وقت ایک مومن بندہ اللہ کی خاص نصرت ومدد کا محتاج ہوتا ہے اور اس کے لئے سارے دنیاوی اسباب منقطع ہو جاتے ہیں، یک بیک اللہ کی رحمت سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے، مشکلات سے نجات ملتی ہے اور مصائب ٹل جاتے ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی دینی حاجت یا اسلام اور

مسلمانوں کی منفعت کی خاطر کرامات کا وقوع ہوتا ہے۔ یہ رحمانی احوال ہیں جن کا سبب اتباع رسول ہے اور جن کا نتیجہ غلبۂ حق اور شکست باطل۔ اس کے بر خلاف شیطانی احوال ہیں جو اپنے سبب اور نتیجہ دونوں اعتبار سے اس کی ضد اور اس کے برعکس ہیں۔ (زادالمعاد ۳/۶۲۷)

۳۔ ایمان کی تقویت: جب کسی شخص کا ایمان کمزور ہوتا ہے تو اس کے ایمان کو قوت اور مضبوطی عطا کرنے کے لئے بھی بسا اوقات اللہ کی جانب سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ صحابہ کے زمانے میں کرامتوں کا ظہور بہت کم ہوا ہے کیونکہ وہ اپنے ایمان ویقین میں نہایت پختہ اور قوی تھے اور ایمان میں مزید اضافہ کے لئے کرامتوں کے حاجت مند نہ تھے۔

خرق عادت کی قسمیں:

خرق عادت کی متعدد قسمیں ہیں۔

۱۔ معجزہ: انبیاء ورسل کو ان کی نبوت ورسالت کی صداقت کی دلیل اور نشانی کے طور پر جو آیات اور علامات اللہ کی جانب سے عطا ہوتی ہیں

انھیں معجزہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بوقت چیلنج مد مقابل کو عاجز کر دیتی ہیں۔

۲۔ ارہاص: نبوت سے پہلے نبی کے لئے جو خوارق ظاہر ہوتے ہیں انھیں ارہاص کہا جاتا ہے۔ جیسے نبی ﷺ کے لئے نبوت سے پہلے پتھروں کا سلام کرنا۔

۳۔ کرامت: دین اسلام کی حقانیت کے ثبوت کے لئے یا کسی مسلمان بندے کی ضرورت کی خاطر کسی خرق عادت امر کے ظہور کا نام کرامت ہے۔

۴۔ استدراج: کسی کافر یا فاسق کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والی خرق عادت کو استدراج (مہلت، ڈھیل) کہا جاتا ہے۔

۵۔ شیطانی فریب: کچھ جاہل، سادہ لوح، عبادت گزار اور علم کتاب وسنت سے ناواقف صوفیاء کو شیطان فریب دیتا ہے اور وہ اپنی جہالت کی بنا پر ان شیطانی فریبوں کو کرامت تصور کیا کرتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جنات بعض صوفیاء کو میدان عرفات میں اٹھا لے جاتے ہیں اور انھیں بلا احرام، بلا تلبیہ اور بلا دیگر ضروری امور کی تکمیل کے حج کراتے ہیں

اور پھر انھیں ان کے ملک واپس لے آتے ہیں۔ اسے جہلاء کرامت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ کافر جنوں کا فریب ہوتا ہے۔

٦۔ جادو: بعض لوگ شیطان کے مہرے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جادو، کہانت، شعبدہ بازیوں اور دجل وفریب کے دیگر ہتھکنڈوں کے ذریعہ لوگوں کو خلاف عادت چیزیں دکھاتے ہیں اور انھیں گمراہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ شریعت کے واجبات وفرائض سے دور اور محرمات وممنوعات سے بے پرواہوتے ہیں۔ انھیں لوگوں کے تعلق سے قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ ٱلشَّيَـٰطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ ٱلسَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَـٰذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾ ﴾ الشعراء: ٢٢١ - ٢٢٣

[کیا میں تمھیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں۔ وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔ (اچٹتی ہوئی) سنی سنائی پہنچادیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں]۔

اگلی سطروں میں ایک توضیحی خاکہ دیا جارہا ہے تاکہ خوارق اور

اصحاب خوارق کی قسمیں ایک ساتھ سامنے آجائیں۔

خوارق اور اصحاب خوارق ایک نظر میں

شمار	خوارق	اصحاب خوارق
1	معجزہ	انبیاء ورسل
2	ارہاص	انبیاء ورسل
3	کرامت	اولیاء وصالحین
4	استدراج	فساق وفجار
5	شیطانی فریب	جاہل صوفیاء
6	جادو	کفار ومشرکین

شعبدہ بازی، کرتب، ہاتھ کی صفائی، حیلہ سازی اور خفیہ تدبیر سے کوئی ایسی حرکت لوگوں کے سامنے پیش کرنا جو بظاہر خلاف عادت معلوم ہو حالانکہ وہ درحقیقت خلاف عادت نہ ہو صرف نظروں کا فریب ہو، یہ قسم ہماری بحث سے خارج ہے کیونکہ یہ خارق عادت ہے ہی نہیں۔

کرامت اور معجزہ کا فرق

کرامت اللہ کے صالح اور متقی بندوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے اور وہ نبوت کا دعوی نہیں کرتے جب کہ انبیاء ورسل اپنے معجزہ کے اظہار کے ساتھ نبوت کے دعویدار ہوتے ہیں۔ کرامت ظاہر ہونے میں بندے کا اپنا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کے علم کے بغیر ان کے ہاتھوں پر یہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔ صاحبِ کرامت اپنی کرامت کے ذریعہ چیلنج نہیں کرتا۔

معجزہ کے لئے قرآن وحدیث میں آیات کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

﴿ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ ءَايَٰتٍۭ بَيِّنَٰتٍ ﴾ الاسراء: ۱۰۱

[ہم نے موسی کو نو آیات (معجزے) بالکل صاف صاف عطا فرمائے]۔

کرامت اور استدراج کا فرق

کرامت اور استدراج آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ کرامت ان لوگوں کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتی ہے جو مومن و متقی، صالح اور پابند شریعت ہوتے ہیں، موحد اور متبع کتاب وسنت ہوتے ہیں، یہی دراصل

اولیاء اللہ ہیں، ان کے ہاتھوں کسی خلاف عادت کام کا ظہور ہو تو اسے کرامت کہا جائے گا۔ اس کے برخلاف اگر کسی کافر و مشرک یا فاسق وفاجر شخص کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر ہو تو اسے استدراج کہا جائے گا۔

مسند احمد، طبرانی اور بیہقی کی روایت ہے، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((جب تم دیکھو کہ اللہ تعالی کسی بندے کو دنیا کی ہر وہ چیز عطا کر دے جسے وہ پسند کرتا ہو حالانکہ بندہ اپنی نافرمانی اور گناہ پر اڑا ہوا ہے تو یہ اللہ تعالی کی طرف سے استدراج (مہلت، ڈھیل) ہے))۔ (صحیح الجامع/۵۶۱)

ولی اور اولیاء کا مفہوم:

ولی عربی زبان کا لفظ ہے، اولیاء اسی کی جمع ہے، یہ لفظ عربی زبان میں کارساز، مددگار، حمایتی، محبوب، دوست، متولی اور سرپرست کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ ان متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے، اس کا ایک سرسری جائزہ پیش خدمت ہے:

۱۔ اللہ ہی ولی ہے۔ (شوریٰ/۹،۲۸)

۲۔اللہ ہی ایمان والوں کا ولی ہے۔(بقرۃ/۲۵۷،آل عمران/۶۸،جاثیہ/۱۹،انعام/۱۲۷)

۳۔اللہ کے سوا کوئی ولی نہیں۔(بقرہ/۱۰۷،۱۲۰،انعام/۵۱،۷۰،توبہ/۷۴،۱۱۶،رعد/۳۷، اسراء/۱۱۱، کہف/۲۶، عنکبوت/۲۲، سجدہ/۴، شوریٰ/۸،۳۱)

۴۔ اللہ جسے گمراہ کردے یا جسے سزا دے اس کا کوئی ولی نہیں بن سکتا۔ (ہود/۲۰، ۱۱۳،اسراء/۹۷، کہف/۱۰۲، شوری/۴۴، ۴۶، جاثیہ/۱۰،احقاف/۳۲)

۵۔ایمان نہ رکھنے والوں کا ولی شیطان ہے۔(اعراف/۲۷،بقرہ/۲۵۷، نحل/۶۳)

۶۔ اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں نے شیطان کو اپنا ولی بنایا وہ یقیناً گمراہی میں پڑ گئے۔(اعراف/۳۰)

۷۔شیطان عدو(دشمن) ہے وہ ولی بنانے کے لائق نہیں ہے۔ (کہف/۵۰)

۸۔اہل ایمان اپنا ولی کافروں کو نہ بنائیں۔(آل عمران/۲۸،نساء/۱۴۴)

۹۔منافقوں کو اپنا ولی نہ بنائیں۔(نساء/۸۹)

۱۰۔اہل ایمان اپنا ولی یہود و نصاریٰ کو نہ بنائیں۔(مائدہ/۵۱)

۱۱۔ اہل کتاب، کفار، اللہ اور ایمان والوں کے دشمنوں کو ولی نہ بنائیں۔ (مائدہ/۵۷، ممتحنہ/۱)

۱۲۔اللہ، نبی اور نازل شدہ کتابوں پر ایمان رکھنے والے اپنا ولی کافروں کو نہیں

بنا سکتے۔(مائدہ/۸۱)

۱۳۔ ایمان پر کفر کو ترجیح دینے والے ماں باپ اور بھائی برادر کو اپنا ولی مت بناؤ۔(توبہ/۲۳)

۱۴۔ کافروں کو ولی بنانے والے نفاق کی بیماری میں مبتلا ہیں۔(نساء/۱۳۹)

۱۵۔ غیر اللہ کو ولی بنانے والوں کی مثال مکڑی کے جالے کی طرح ہے جو سب سے کمزور سہارا ہے۔(عنکبوت/۴۱)

۱۶۔ غیر اللہ کو ولی بنانے والے انھیں وسیلہ اور قرب الٰہی کا ذریعہ جانتے ہیں، حالانکہ یہ بات غلط ہے۔(زمر/۳)

۱۷۔ جن غیر اللہ کو اولیاء بنایا گیا وہ اولیاء تو خود اپنے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔(رعد/۱٦)

۱۸۔ جنھوں نے غیر اللہ کو اپنا ولی بنایا اللہ ان پر نگراں ہے۔(شوریٰ/٦)

۱۹۔ شیطان تم کو اپنے اولیاء سے ڈراتا ہے لیکن ان سے مت ڈرو۔ (آل عمران/۱۷۵)

۲۰۔ شیطان کے اولیاء سے جنگ کرو۔(نساء/۷٦)

۲۱۔اللہ کے سوا دیگر اولیاء کی اتباع نہ کرو۔(اعراف/۳)

۲۲۔ غیر اللہ جن کی عبادت کفار دنیا میں کیا کرتے تھے میدان محشر میں اللہ سے عرض کریں گے کہ اے اللہ ! ہم نے تیرے سوا کسی کو اپنا ولی نہیں بنایا۔(فرقان/۱۸)

۲۳۔ جو اللہ کے ولی ہیں ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔ (یونس/۶۲)

۲۴۔یہود سے کہا گیا کہ اگر تم اپنے آپ کو اللہ کا ولی سمجھنے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔(جمعہ/۶)

۲۵۔ مسجد حرام کے اولیاء(متولی) متقی لوگ ہیں۔(انفال/۳۴)

۲۶۔ مومن مرد اور مومنہ عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ (توبہ/۷۱)

۲۷۔مہاجرین وانصار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ (انفال/۷۲)

۲۸۔ کفار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ (انفال/۷۳)

۲۹۔ظالم آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔(جاثیہ/۱۹)

اولیاء کون ہیں؟

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اولیاء کو خوشخبری بھی دی ہے اور ان کے اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوۡلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾﴾ یونس: ٦٢ ـ ٦٣

[یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں]۔

اس آیت میں نہایت وضاحت کے ساتھ ایمان اور تقوی کو اولیاء کی صفت قرار دیا گیا ہے۔ جس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ بے ایمان اور غیر متقی کبھی اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔

اولیاءاللہ کے مراتب:

قرآن مجید کے اندر اللہ کے منتخب بندوں یعنی اولیاء کے مراتب ودرجات کا ذکر آیا ہے۔ سورہ فاطر میں اللہ تعالی نے اولیاء کے تین مراتب

بیان فرمائے ہیں۔ارشاد ہے:

﴿ ثُمَّ أَوْرَثْنَا ٱلْكِتَٰبَ ٱلَّذِينَ ٱصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِۦ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِٱلْخَيْرَٰتِ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَضْلُ ٱلْكَبِيرُ ﴿٣٢﴾ ﴾ فاطر: ۳۲

[پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب (قرآن مجید) کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑا فضل ہے]۔

پیش نظر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے منتخب اور چنیدہ بندوں (اولیاء) کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے۔ ان سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو بعض فرائض کی ادائیگی میں کوتاہ اور بعض حرام امور کے مرتکب ہیں۔

دوسری قسم: متوسط درجہ والے۔ان سے مراد وہ اہل ایمان ہیں

جو فرائض کے انجام دہندہ اور محرمات سے کنارہ کش ہیں البتہ بعض مستحبات کے تارک اور بعض مکروہات کے مرتکب ہیں۔

تیسری قسم: نیکیوں میں ترقی کرنے والے۔ان سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو تمام فرائض وواجبات و مستحبات کو انجام دینے میں پیش پیش ہوتے ہیں اور تمام محرمات و مکروہات بلکہ افضل کے مقابلہ میں بعض مباحات کو بھی ترک کر دیتے ہیں۔

اولیاء پر اللہ کی نوازشات

اللہ کے اولیاء جب علم و عمل کے اعتبار سے اپنا دین وایمان درست کر لیتے ہیں تو اللہ تعالی بھی ان پر اپنے فضل و کرم کی بارش اور خوب خوب نوازش کرتا ہے چنانچہ جب جب ان کو ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالی ان کے لئے خرق عادت اور کرامت ظاہر فرماتا ہے۔ارشاد ہے:

﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ۝٢ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ﴾ الطلاق: ۲ ـ ۳

[جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو]۔

نیز ارشاد ہے: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَتَّقُواْ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا ﴾ الانفال: ۲۹

[اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالی تم کو ایک فرقان (فیصلہ کی چیز) دے گا]۔

فرقان سے مراد وہ چیز ہے جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جاسکے۔ صلاح الدین یوسف صاحب فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ تقوی کی بدولت دل مضبوط، بصیرت تیز تر اور ہدایت کا راستہ واضح تر ہو جاتا ہے، جس سے انسان کو ہر موقعہ پر، جب عام انسان التباس واشتباہ کی وادیوں میں بھٹک رہے ہوں، صراط مستقیم کی توفیق مل جاتی ہے۔

(تفسیری حواشی مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ منورہ)

نیز ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُواْ مَا يُوعَظُونَ بِهِۦ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾ وَإِذًا لَّأَتَيْنَـٰهُم مِّن لَّدُنَّآ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾

وَلَهَدَيۡنَٰهُمۡ صِرَٰطٗا مُّسۡتَقِيمٗا ﴿٦٨﴾ النساء: ٦٦ - ٦٨

[اگر یہ وہی کریں جس کی انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً یہی ان کے لئے بہتر اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہو۔ اور تب تو انھیں ہم اپنے پاس سے بڑا ثواب دیں اور یقیناً انھیں راہ راست دکھادیں]۔

نیز ارشاد ہے: ﴿أَلَآ إِنَّ أَوۡلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلۡبُشۡرَىٰ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِ﴾ یونس: ٦٢ - ٦٤

[یادرکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگیں ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں۔ ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے]۔

اولیاء پر اللہ کی عظیم ترین نوازش وہ ہے جو صحیح بخاری کی حدیث میں ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((جس نے میرے ولی (دوست) سے عداوت کی تو میں نے اس

کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ اور مجھے اپنے بندے کا مجھ سے قرب حاصل کرنا کسی اور ذریعہ سے اتنا محبوب نہیں جتنا اس سے ہے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے، اور میرا بندہ ہمیشگی نوافل سے مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا وہ پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے (کسی چیز کا) سوال کرتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں، اور مجھ کو کسی چیز سے جس کو میں کرنے والا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ نفس مومن (کے معاملہ) میں ہوتا ہے کہ وہ موت کو برا سمجھتا ہے اور میں اس کی ناخوشی کو ناپسند کرتا ہوں))۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع)

اولیاء کی شکل وصورت

اولیاء اپنی شکل وصورت میں عام مسلمانوں سے ممتاز نہیں

ہوتے۔نہ ہی ان کا کوئی مخصوص لباس ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مخصوص رنگ، نہ ہی وہ سبز رنگ کے دلدادہ ہوتے ہیں اور نہ ہی زعفرانی رنگ کے شیدا، سب سے الگ تھلگ اپنی تمیز کے لئے نہ ہی وہ اپنا سر منڈاتے ہیں اور نہ ہی اپنے گیسو دراز کرتے ہیں اور نہ ہی مخصوص انداز سے چھوٹے بال رکھتے ہیں، اور نہ ہی وہ اپنی مستقل شناخت کے لئے موٹا جھوٹا اونی یا کوئی کمترین لباس پہنتے ہیں۔

اولیاء کی صنف

اللہ کے اولیاء امت محمدیہ کی تمام صنفوں میں پائے جاتے ہیں بشرطیکہ وہ ظاہری طور پر کسی بدعت اور فسق وفجور میں مبتلا نہ ہوں۔ وہ علماء کی صفوں میں بھی ہیں اور عبادت گذاروں کی صفوں میں بھی، تاجروں کی جماعت میں بھی ہیں اور صنعت کاروں کی جماعت میں بھی، کسانوں میں بھی ہیں اور مزدوروں میں بھی۔ جو بھی ایمان اور تقوی کے صفت سے متصف ہیں اللہ کے ولی ہیں۔

اولیاء کے القاب

اولیاء کا کوئی مخصوص لقب نہیں ہوتا جس سے وہ پہچانے جائیں۔

بعض لوگوں نے اولیاء کے لئے جو خود ساختہ القاب بنائے ہوئے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ غوث، اوتاد، اقطاب، ابدال، نجباء، غوث الغواث، قطب الأقطاب، قطب العالم۔ یہ سارے القاب نہ ہی اللہ کی کتاب قرآن مجید میں وارد ہیں اور نہ ہی نبی ﷺ سے کسی حدیث میں مروی ہیں، نہ کسی صحیح سند سے اور نہ ہی کسی ضعیف سند سے۔ لہذا یہ تمام القاب خود ساختہ، من گھڑنت، بے دلیل، بے اصل اور بے بنیاد ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی خوب تحقیق فرمائی ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے ان کی بھرپور تردید کی ہے۔

(ملاحظہ ہو فتاوی جلد ١١ موضوع تصوف)

جہاں تک لفظ غوث کا سوال ہے تو اس کا مستحق صرف اللہ کی ذات ہے، اللہ کے سوا کسی اور سے استغاثہ اور فریاد طلبی جائز نہیں۔ جو شخص غیر اللہ کو غوث مانے اور اس کو نعمتیں عطا کرنے والا اور بلائیں ٹالنے والا جانے وہ

جھوٹا، گمراہ اور مشرک ہے۔

اولیاء میں غلو

امت محمدیہ سے پہلے کی امتیں غلو کی بنا پر تباہ و برباد ہو گئیں۔ غلو یعنی حد سے آگے بڑھانا حرام ہے۔ کسی صاحب مرتبہ کو اس کے مقام سے پست کرنا جس طرح درست نہیں اسی طرح اس کے مقام سے بلند کرنا بھی جائز نہیں۔ لہٰذا اولیاء کے تعلق سے افراط و تفریط کے بغیر ہمارا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ اولیاء نہ معصوم ہوتے ہیں، نہ غیب جانتے ہیں اور نہ ہی کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اولیاء خود بھی لوگوں کو اپنی بے جا تعظیم کی دعوت نہیں دیتے اور نہ ہی لوگوں سے ناحق طور پر تحفے تحائف اور نذرانے وصول کرتے ہیں۔ جو اس طرح کی حرکات کا مرتکب ہو وہ ولی نہیں بلکہ دجال ہو گا۔

معیار ولایت

یہ بات ذہن نشین رہے کہ معیار ولایت کتاب وسنت ہے، نہ کہ کرامت اور خرق عادت۔ کتاب وسنت ہی وہ پیمانہ ہے جس سے اقوال اور رجال دونوں پرکھے جاتے ہیں۔

ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ہوا میں چار زانو ہو کر بیٹھ جاتا ہے تو اس سے فریب نہ کھاؤ جب تک کہ اسے شریعت کی معرفت، حدود الٰہی کی نگہداشت اور اوامر ونواہی کی پابندی سے جانچ نہ لو۔ (مفتاح دار السعادۃ: ۱/۱۶۰)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: خرق عادت کبھی زندیق کو ملتی ہے اس کی رسی ڈھیل دینے اور اسے گمراہ کرنے کی خاطر، اور یہ چیز کبھی صدیق کو نصیب ہوتی ہے عزت افزائی اور تکریم کے طور پر۔ دونوں کے درمیان اتباع کتاب وسنت کے ذریعہ تمیز کی جاسکتی ہے۔ (فتح الباری: ۱۲/۴۰۲)

کرامت ایک آزمائش ہے

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کرامت بھی بادشاہت وسلطنت اور مال و دولت کی طرح ایک امتحان اور آزمائش ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی سلیمان علیہ السلام کا یہ قول قرآن مجید میں نقل کیا ہے کہ جب انھوں نے بلقیس کا تخت اپنے سامنے موجود پایا تو فرمایا: ﴿هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ﴾ النمل: ۴۰ [یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری] ۔

ہر نعمت اللہ کی جانب سے ایک امتحان اور آزمائش ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ شکر گذار کا شکر اور ناشکرے کی احسان فراموشی اور کفر ظاہر ہو جاتا ہے۔ مختلف قسم کی آزمائشیں اللہ کا شکنجہ ہیں۔ وہ نعمتیں دے کر بھی آزماتا ہے اور نعمتیں چھین کر بھی۔ (فوائد: ۱/۱۵۵)

ہر نعمت کرامت نہیں اور ہر مصیبت سزا نہیں

واضح رہے کہ نعمتوں کا حصول دلیل کرامت نہیں اور نہ ہی

مصیبتوں میں مبتلا ہونا اللہ کے غیظ و غضب کی علامت ہے، کیونکہ بسا اوقات کفار کو بھی رزق میں فراخی اور فتح و غلبہ نصیب ہوتا ہے، خوب بارش ہوتی ہے، مال واولاد میں فراوانی ہوتی ہے۔ دراصل اللہ کی طرف سے ان کی رسی ڈھیل ہوتی ہے تاکہ جب وہ نعمتیں پاکر مگن ہو جائیں اور ان کی کفر و سرکشی میں اضافہ ہو جائے تو اچانک دنیا ہی میں اللہ ان کی سخت گرفت کرے یا آخرت کا عذاب کئی گنا بڑھا دے۔

ایسے ہی کبھی اہل ایمان و تقوی قحط اور خشک سالی کا شکار ہوتے ہیں، انھیں دشمنوں کا خوف ہوتا ہے، ان کے رزق میں تنگی ہو جاتی ہے، تاکہ وہ اللہ کی طرف رجوع ہوں اور اللہ سے توبہ وانابت کریں، اور جب وہ اللہ کی طرف پلٹیں گے تو گناہوں کی بخشش بھی ہو جائے گی اور بلائیں بھی ٹل جائیں گی۔ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالی نے یہی اصول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَأَمَّا ٱلْإِنسَٰنُ إِذَا مَا ٱبْتَلَىٰهُ رَبُّهُۥ فَأَكْرَمَهُۥ وَنَعَّمَهُۥ فَيَقُولُ رَبِّىٓ أَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَأَمَّآ إِذَا مَا ٱبْتَلَىٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُۥ فَيَقُولُ رَبِّىٓ أَهَٰنَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا﴾ الفجر: ۱۵ - ۱۷

[انسان (کا یہ حال ہے کہ) جب اسے اس کا رب آزماتا ہے اور عزت و نعمت دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا، اور جب وہ اس کو آزماتا ہے، اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی (اور ذلیل کیا) ایسا ہر گز نہیں ہے]۔

آیت بالا میں اس بات کا صاف اعلان ہے کہ رزق میں تنگی اور فراخی دونوں چیزیں اللہ کی جانب سے آزمائش ہیں۔ رزق میں کشادگی اور فراوانی اللہ کی طرف سے عزت و تکریم کی دلیل نہیں اور نہ ہی رزق کی تنگی اس بات کی علامت ہے کہ اللہ کی نظر میں بندہ ذلیل اور پست ہے۔

بعض صوفیاء کا دعوائے ولایت اور اس کی تردید

بعض صوفیاء یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی عبادت و ریاضت اور تزکیۂ نفس کی بدولت انبیاء کا مقام پالیتے ہیں اور انھیں اطاعت واتباع کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ بعض تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ انبیاء سے بھی افضل ہیں۔ انبیاء کے پاس صرف علم شریعت ہوتا ہے جب کہ ان کے پاس بزعم خویش علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم طریقت اور علم باطن بھی ہوتا ہے۔

در حقیقت یہ لوگ نفس پرست اور ہواپرست لوگ ہیں۔ یہ بھی ان متکبر اور مغرور لوگوں میں سے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اس انداز میں کیا ہے: ﴿قَالُوا۟ لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَآ أُوتِىَ رُسُلُ ٱللَّهِ ۘ ٱللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُۥ ۗ سَيُصِيبُ ٱلَّذِينَ أَجْرَمُوا۟ صَغَارٌ عِندَ ٱللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا كَانُوا۟ يَمْكُرُونَ ﴿١٢٤﴾﴾
الانعام: ۱۲۴

[وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم ہر گز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے۔ اس موقع کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کہاں رکھے؟ عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے جرم کیا ہے اللہ کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی اور ان کی شرارتوں کے مقابلے میں سزائے سخت]۔

جب ان مجرم صوفیاء نے دیکھا کہ ظاہری شریعت کی تبدیلی کا کوئی راستہ نہیں، سلسلۂ نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے تو انھوں نے ایک بات بنائی کہ سلسلۂ ولایت کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا ہے اور ولی کا درجہ انبیاء ورسل سے بھی

بڑھ کر ہے۔ چنانچہ صوفی ابن عربی نے اپنی کتاب "فصوص الحکم" میں لکھا ہے کہ "نبی ﷺ نے اپنی نبوت کی مثال اینٹوں کی دیوار سے دی ہے، آپ نے خواب میں دیکھا کہ وہ دیوار مکمل ہو چکی ہے سوائے ایک اینٹ کے چنانچہ آپ ﷺ وہ اینٹ تھے (یعنی آپ ﷺ دیوار نبوت کی آخری اینٹ تھے) ایسا خواب خاتم الاولیاء کو بھی دیکھنا ضروری ہے البتہ وہ یہ خواب دیکھے گا کہ دیوار میں ایک اینٹ کے بجائے دو اینٹوں کی کمی ہے، ایک سونے کی اینٹ اور دوسری چاندی کی اینٹ۔ نبی کے پاس چونکہ صرف علم ظاہر ہوتا ہے اس لئے وہ صرف ایک اینٹ دیکھے گا اور ولی کے پاس چونکہ علم ظاہر اور علم باطن دونوں ہوتا ہے اس لئے وہ دو اینٹ دیکھے گا"۔

ابن عربی کی مذکورہ بات کس قدر جہالت وضلالت اور کفر وحماقت سے بھری ہوئی ہے محتاج بیان نہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کلمات پر بڑی طویل بحث کی ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ اس کی پرزور تردید کی ہے جسے مجموعۂ فتاوی کی پہلی جلد میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ یہاں چند نقاط ذکر کر رہے ہیں۔

۱۔ علم ظاہر اور علم باطن کی تفریق باطل اور خود ساختہ ہے۔

۲۔ انبیاء باجماع امت اولیاء سے افضل ہیں۔ صوفی ابن عربی نے یہاں انبیاء کی تنقیص کی ہے اور انھیں اولیاء سے کمتر اور اولیاء کو ان سے برتر ثابت کرنے کی ناروا کوشش کی ہے۔

۳۔ خاتم الاولیاء کا منصب مکمل کذب وافتراء اور دروغ پر مبنی ہے۔ قرآن وسنت، آثار صحابہ اور اقوال سلف میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

۴۔ اولیاء میں آخری ولی کا درجہ بڑا نہیں ہے بلکہ امت محمدیہ کے سب سے عظیم ولی وہ ہیں جو سب سے پہلے ولی ہیں یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا کہ نصوص شریعت سے ثابت ہے۔

۵۔ کسی مسلمان کو یہ ہرگز برداشت نہیں ہوگا کہ موسیٰ یا عیسیٰ علیہم السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل قرار دیا جائے تو بھلا یہ کیسے برداشت ہوسکتا ہے کہ ابن عربی جیسے گمراہ اور باطل پرست صوفیاء کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ سے افضل قرار دیا جائے۔

صوفیاء کا کبر وغرور اور اہل ایمان کا تواضع

اب تک ہم نے صوفیاء کا دعوائے ولایت اور ان کا کبر وغرور دیکھا کہ وہ کس طرح اپنے آپ کو انبیاء ورسل سے برتر ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔اب آیئے لگے ہاتھوں یہ بھی دیکھتے چلیں کہ اہل ایمان کا طریقہ تکبر کے بجائے تواضع ہوتا ہے اور جو لوگ اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتے ہیں اللہ ان کے مرتبے بلند فرماتا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے جلاء الافہام میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات ذکر کرتے ہوئے ان کی ایک خصوصیت تواضع ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں: جب اصحاب افک نے ان پر تہمت لگائی تو اللہ تعالی نے سات آسمانوں کے اوپر سے ان کی بے گناہی اور براءت کا اعلان کیا اور اس تعلق سے قرآن مجید میں وحی نازل فرمادی جس کی تلاوت تاقیامت مسجدوں میں اور مسجدوں سے باہر، صلاتوں میں اور صلاتوں سے باہر ہوتی رہے گی۔اللہ نے ان کی طہارت وپاکیزگی کی شہادت دی۔ان سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا۔انھیں اس بات کی خبر دی کہ ان پر تہمت تراشی ان کے لئے شر وعیب کا باعث

نہیں بلکہ خیر کا باعث ہوا۔ اس سے ان کی شان میں کمی نہیں آئی بلکہ ان کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا۔ آسمان وزمین کے مابین ان کی طہارت و بے گناہی کا چرچا ہوا۔ یہ تمام عزت افزائی اور قدر واکرام ان کی تواضع اور ہضم نفس کا نتیجہ تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

(وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللَّهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى وَلَكِنْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللَّهُ بِهَا)

(میرے دل میں میری حیثیت اس سے کمتر تھی کہ اللہ تعالی وحی متلو کے ذریعہ مجھ سے متعلق کلام کرے لیکن مجھے امید یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالی میری براءت ظاہر کرے گا)۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب لولا اذ سمعتموہ۔۔۔)

یہ صدیقۂ امت، ام المؤمنین، رسول اللہ ﷺ کی محبوب زوجۂ مطہرہ ہیں، جنھیں اپنی مظلومیت اور بے گناہی کا یقینی علم ہے، جو جانتی ہیں کہ ان پر تہمت لگانے والے ظالم اور مفتری ہیں، وہ اپنی اس حرکت سے ان کے والدین اور خود رسول اکرم ﷺ کی اذیت رسانی کا باعث ہیں، پھر بھی یہ ہضم نفس اور یہ تواضع ہے۔

آج آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ایک دو دن یا ایک دو مہینے نفلی صوم رکھ لیتے ہیں یا ایک دو رات تہجد پڑھ لیتے ہیں، ان پر احوال طاری ہونے لگتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اس نظر سے دیکھنے لگتے ہیں کہ وہ کرامات ومکاشفات، مخاطبات ومنازلات کے مستحق ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اس کا حقدار سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کی دعائیں قبول ہوں۔ ان سے مل کر تبرک حاصل کیا جائے۔ لوگوں پر لازم ہے کہ ان کی تعظیم وتوقیر اور اکرام واحترام کریں۔ ان کے دامنِ مقدس سے وابستہ ہوں۔ ان کی چوکھٹ کی مٹی کو بوسہ دیں۔ وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا یہ مقام بن گیا ہے کہ اگر کوئی ان کی عیب گیری کرے تو اس سے انتقام لیا جائے اور اگر کوئی بے ادبی وگستاخی کرے تو مہلت دیئے بغیر اس کی گرفت ہو۔ ان کی گستاخی ایسا گناہ ہے جس کا کوئی کفارہ نہیں۔

یہ خیالات اگر واقعی ایسے شخص کے ہوں جو کسی قابل اور لائق ہے تو بات کسی قدر چلنے والی ہے لیکن کچھ نہ ہوتے ہوئے ایسے بڑے بڑے خواب ہیں۔ یہ حماقتیں اور رعونتیں سخت جہالت اور بے عقلی کا نتیجہ ہیں۔

ایسی سوچ اس جاہل کی ہوسکتی ہے جو خود پسندی کا شکار ہو۔ اپنے جرائم اور گناہوں سے غافل ہو کر اللہ کی جانب سے مہلت کی بنا پر مبتلائے فریب ہو اور اللہ کے ان بندوں کے مقابلہ میں کبر و غرور کا شکار ہو جو اللہ کے نزدیک اس سے بہت بہتر ہیں۔

اللہ سے ہماری یہی دعا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں عافیت نصیب کرے۔ بندہ کو اس بات سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے کہ وہ خود اپنے آپ کو بڑا سمجھے حالانکہ وہ اللہ کی نظر میں حقیر اور کمتر ہو۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

(جلاء الافہام: ۲۴۰/۱)

اولیاء سے متعلق عقیدۂ اہل سنت

عقیدۂ اہل سنت کی معروف ومشہور کتاب عقیدہ طحاویہ میں امام طحاوی رقمطراز ہیں: ہم کسی ولی کو کسی نبی پر فضیلت نہیں دیتے۔ ہم کہتے ہیں کہ ایک نبی تمام اولیاء سے افضل ہے۔ ثقہ اور معتبر راویوں کے واسطہ سے اولیاء کرام کی صحیح اور ثابت کرامات پر ہمارا ایمان ہے۔ (عقیدہ طحاویہ 504/1)

یہی عقیدہ ہمارا اور تمام اہل سنت، اہل حدیث، اہل اثر اور طریقۂ سلف کو اختیار کرنے والوں کا عقیدہ ہے۔

کرامت کے شرائط وضوابط

جیساکہ ابتدائی صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ خرق عادت مختلف طور سے ظاہر ہوتا ہے، کبھی وہ کرامت ہوتا ہے تو کبھی استدراج، کبھی شیطانی فریب ہوتا ہے تو کبھی کہانت اور جادو گری، کبھی ہاتھوں کی صفائی ہوتی ہے تو کبھی شعبدہ بازی، لہٰذا کرامت کے شرائط وضوابط کا جاننا ضروری ہے تاکہ اسے بقیہ اصناف سے ممتاز کیا جاسکے اور ہر خرق عادت کی حقیقت

اور سچائی آشکارا ہو سکے۔

پہلی شرط: صاحب کرامت شخص مومن اور متقی ہو، مشرک اور بدعتی نہ ہو، اولیاء کی پہچان بتاتے ہوئے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوۡلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾﴾ یونس: ٦٢ - ٦٣

[یادرکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگیں ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں]۔

دوسری شرط: صاحب کرامت شخص اپنی ولایت کا دعویدار نہ ہو کیونکہ ولایت ایک ایسا مقام ہے جسے اللہ تعالی اپنے واجبات و مستحبات کی بجاآوری اور محرمات ومکروہات سے اجتناب پر بطور انعام ونوازش اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے، اور یہ چیز انسان کے احاطۂ علم سے خارج ہے کہ اس کا عمل اللہ کی بارگاہ میں قبول بھی ہوا یا نہیں، اور جب عمل کے قبول ہونے تک کا علم نہیں تو ولایت کا دعوی کیونکر کرسکتا ہے۔ نیز ایسا کرنے میں تزکیۂ نفس بھی ہے جس سے قرآن مجید میں روکا گیا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا تُزَكُّوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ ﴿٣٢﴾ ﴾ النجم: ٣٢

[تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو، وہی پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے]۔

تیسری شرط: کرامت شریعت کے واجبات وفرائض میں سے کسی چیز کے ترک یا محرمات وممنوعات میں سے کسی چیز کے ارتکاب کا باعث نہ ہو۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جنات بعض صوفیاء کو میدان عرفات میں اٹھالے جاتے ہیں اور انھیں بلا احرام، بلا تلبیہ اور بلا دیگر ضروری امور کی تکمیل کے حج کراتے ہیں اور پھر انھیں ان کے ملک واپس لے آتے ہیں۔ اسے جہلاء کرامت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ کافر جنوں کا فریب ہوتا ہے۔

چوتھی شرط: کرامت دین کے کسی چھوٹے یا بڑے مسئلہ کے خلاف نہ ہو مثلاً کسی شخص کے خواب یا بیداری میں کوئی نبی، فرشتہ یا بزرگ کی شکل میں آکر اسلام کے حرام کردہ امور کو اس کے لئے حلال ہونے یا حلال امور کو حرام ہونے کی خبر دے تو ایسی بات قطعاً کرامت نہیں بلکہ یقینا شیطانی فریب ہے۔

پانچویں شرط: صاحب کرامت شخص زندہ ہو، مردہ نہ ہو، کیونکہ

مرنے کے بعد دنیا سے انسان کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔

چھٹی شرط: کرامت کوئی ضرورت پڑنے پر ظاہر ہوئی ہو کیونکہ بلا ضرورت کرامت ظاہر نہیں ہوتی۔

شیخ عبد القادر جیلانی کا مشہور واقعہ ہے جسے امام ابن تیمیہ نے التوسل والوسیلہ اور اپنی دیگر کتابوں میں ذکر فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ جیلانی ایک بار اپنی عبادت میں مشغول تھے کہ ایک نورانی عرش ظاہر ہوا اور اس میں سے آواز آئی: اے عبد القادر! میں تمھارا رب ہوں، جو چیزیں دوسروں پر حرام ہیں میں انھیں تمھارے لئے حلال کرتا ہوں۔ شیخ عبد القادر نے پوچھا: کیا تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں؟ جواب میں خاموشی رہی، تو شیخ نے کہا: دور ہو اے اللہ کے دشمن!۔ یہ کہنا تھا کہ سارا نور تاریکی سے بدل گیا، اور پھر آواز آئی: عبد القادر! تم اپنے علم اور دین کی سمجھ کی بنا پر بچ گئے، ورنہ اس طرح میں ستر جاہل عبادت گذاروں کو گمراہ کر چکا ہوں۔

شیخ عبد القادر جیلانی سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ

شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب اس نے کہا کہ دوسروں پر حرام چیزوں کو میں آپ کے لئے حلال کرتا ہوں تو مجھے یقین ہو گیا کہ شیطان ہے، کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ محمد ﷺ کی شریعت نہ اب منسوخ ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی آسکتی ہے۔ نیز میں نے اس سے پوچھا: کیا تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں؟ تو وہ جواب نہیں دے سکا کیونکہ شیطان رب ہونے کا تو دعوی کر سکتا ہے لیکن یہ دعوی ہر گز نہیں کر سکتا کہ وہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

قرآن کریم میں مذکور کرامات

۱۔ مریم علیہا السلام کا واقعہ

سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۳۷ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا ٱلْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَٰمَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾﴾ آل عمران: ۳۷

[جب کبھی زکریا علیہ السلام ان کے حجرے میں جاتے ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے، وہ پوچھتے اے مریم! یہ روزی تمھارے پاس کہاں سے آئی؟ وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ تعالی کے پاس سے ہے۔ بے شک اللہ تعالی جسے چاہے بے شمار روزی دے]۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں صلاح الدین یوسف صاحب تحریر فرماتے ہیں: "یہ گویا مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ معجزہ اور کرامت

خرق عادت امور کو کہا جاتا ہے یعنی جو ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہو۔ یہ کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو معجزہ اور کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں برحق ہیں۔ تاہم ان کا صدور اللہ کے حکم اور اس کی مشیئت سے ہوتا ہے۔ نبی یا ولی کے اختیار میں یہ بات نہیں کہ وہ معجزہ یا کرامت جب چاہے صادر کر دے۔ اس لئے معجزہ اور کرامت اس بات کی تو دلیل ہوتی ہے کہ یہ حضرات اللہ کی بارگاہ میں خاص مقام رکھتے ہیں لیکن اس سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ ان مقبولین بارگاہ کے پاس کائنات میں تصرف کرنے کا اختیار ہے، جیسا کہ اہل بدعت اولیاء کی کرامتوں سے عوام کو یہی کچھ باور کرا کے انھیں شرکیہ عقیدوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

(تفسیری حواشی مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ منورہ)

۲۔ اصحاب کہف کا واقعہ

اصحاب کہف کا واقعہ مختصر طور پر یہ ہے کہ گذشتہ زمانے میں امت محمدیہ سے قبل چند نوجوان اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے آبادی سے باہر ایک غار میں پناہ گیر ہو گئے۔ اللہ تعالی نے ان پر نیند ڈال دی اور وہ

برسہا برس اس غار کے اندر سوتے رہے۔ غالباً تین سو سال یا اس سے بھی زیادہ۔ اور پھر وہ دوبارہ جاگے تو حالات بدل چکے تھے اور شرک وکفر کی جگہ ایمان وتوحید کی اشاعت ہو چکی تھی۔

کسی پہاڑ کے ایک غار میں خوردونوش اور انسانی بقا کی دیگر ضرورتوں کے بغیر تین سو سال تک سوتے رہنا انتہائی خلاف معمول واقعہ ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے ان صالح نوجوانوں پر نوازش تھی۔ وہ سو کر اٹھے تو انھیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ نیند میں صرف ایک دن یا اس کا چند حصہ ہی گذرا ہے۔ اللہ نے بعث بعد موت کے اثبات کے لئے اس واقعہ کا ظہور فرمایا۔

۳۔ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا ایک واقعہ

سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا وہ واقعہ بھی کرامت کا ایک نمونہ ہے جس میں ایک شخص نے تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے لا حاضر کر دیا تھا۔

(سورہ نمل کی آیت نمبر ۴۰ ملاحظہ ہو)۔

احادیث میں مذکور کرامات

ا۔ تین غار والوں کا واقعہ

یہ قصہ ایک سعادت مند فرزند، ایک پاکدامن نوجوان اور اور ایک نیک دل مالک کا واقعہ ہے جو صحیح بخاری میں مختلف مقامات پر اور صحیح مسلم میں بھی آیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ گذشتہ زمانے میں تین آدمی (ایک ساتھ کسی کام کے لئے) چلے یہاں تک کہ وہ شب کے وقت ایک غار کے پاس پہنچے اور وہ تینوں اس میں داخل ہو گئے۔ اللہ کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ ایک پتھر پہاڑ سے لڑھکا اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ تینوں نے کہا کہ اس پتھر سے کوئی چیز رہائی نہیں دے سکتی مگر یہ کہ ہم اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے اللہ تعالی سے دعا کریں۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے اللہ! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میں ان سے پہلے نہ تو اپنے بچوں وغیرہ کو دودھ پلاتا تھا اور نہ ہی لونڈی غلاموں کو۔ ایک دن اتفاق سے کسی چیز کی

تلاش میں گھر پہنچنے میں مجھے دیر ہو گئی، یہاں تک کہ جب میں ان کے پاس آیا تو وہ سو گئے تھے، لہذا میں نے ان کا دودھ ہاتھ میں اٹھالیا اور ان کے سرھانے کھڑا ہو گیا۔ مجھے یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ میں انھیں نیند سے بیدار کروں، اور نہ ہی یہ کہ میں ان سے پہلے اپنے گھر والوں کو اور لونڈی غلاموں کو کچھ پلاؤں۔ پس میں ٹھہر گیا، دودھ کا بھرا ہوا قدح میرے ہاتھ میں تھا اور میں ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ میرے بچے میرے پاؤں کے پاس بلکتے رہے لیکن والدین سے پہلے میں نے انھیں نہیں دیا۔ جب وہ دونوں بیدار ہوئے اور انھوں نے دودھ پیا پھر میں نے باقی سب کو دودھ پلایا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام محض تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے کیا ہو تو اس پتھر کی وجہ سے جس حال میں ہم ہیں اس کو ہم سے دور کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر ہٹ گیا مگر اتنا نہیں کہ وہ غار سے باہر نکل سکیں۔ دوسرے شخص نے کہا: میری ایک چچیری بہن تھی جو تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب تھی۔ میں نے اس سے ہمبستری کی خواہش کی مگر وہ راضی نہ ہوئی، یہاں تک کہ ایک سال جب قحط پڑا تو اس کو کچھ ضرورت پیش

آئی، چنانچہ وہ میرے پاس آئی، میں نے اس کو ایک سو بیس اشرفیاں اس شرط پر دیں کہ وہ مجھے اپنی ذات سے نہ روکے۔ اس نے اس شرط کو منظور کیا۔ یہاں تک کہ جب مجھے اس پر قابو ملا تو وہ کہنے لگی کہ میں تجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ تو مہر (پردۂ بکارت) کو ناحق توڑے۔ پس میں نے شر کے ساتھ ہمبستری کو گناہ سمجھا اور اس سے علاحدہ ہو گیا، حالانکہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب تھی، اور میں نے جس قدر اشرفیاں اس کو دی تھیں واپس نہیں لیں، سب معاف کر دیا۔ اے اللہ ! میں نے یہ کام محض تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے کیا ہو تو جس مصیبت میں ہم ہیں اس کو ہم سے دور کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر کچھ اور ہٹ گیا مگر ابھی وہ اس سے نہیں نکل سکتے تھے۔ تیسرے شخص نے کہا کہ اے اللہ میں نے کچھ لوگوں کو مزدوری پر لگایا تھا اور انھیں ان کی مزدوری دیدی تھی سوائے ایک شخص کے کہ اس نے اپنی مزدوری نہیں لی اور چلا گیا، تو میں نے اس کی مزدوری کو بڑھانا شروع کیا، یہاں تک کہ بہت مال اس سے حاصل ہوا پھر وہ ایک لمبے عرصے کے بعد میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے بندے مجھے میری

مزدوری دے دے۔ میں نے اس سے کہا کہ جس قدر اونٹ، گائے، بکری اور غلام تو دیکھ رہا ہے یہ سب تیری مزدوری کے ہیں۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے کیا تو میرے ساتھ مذاق کرتا ہے؟ میں نے کہا کہ میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کرتا، تو اس نے وہ تمام چیزیں لے لیں اور ان کو ہانک کر لے گیا، ایک چیز بھی اس میں سے نہیں چھوڑی۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے کیا ہو تو جس مصیبت میں ہم گرفتار ہیں اس سے ہم کو نجات دے دے۔ چنانچہ وہ پتھر بالکل ہٹ گیا اور وہ اس سے باہر نکل کر چلے گئے۔

۲۔ ایک صالح کسان کا واقعہ

صحیح مسلم میں اس نیک کسان کا قصہ جس کی کھیتی کو سیراب کرنے کے لئے خصوصی طور پر بادلوں کو حکم ہوا۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک وقت ایک آدمی ایک صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے بدلی سے ایک آواز سنی: فلاں کے باغ کو سیراب کر۔ پس بادل کا یہ ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی

ایک کالے پتھروں والی زمین میں برسادیا۔ پھر ان نالوں میں سے ایک نالے نے سارا پانی اپنے اندر جمع کرلیا۔ (اور اس ایک نالے کے ذریعہ پانی آگے جانے لگا)۔ یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا۔ آگے کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا اپنے کدال سے پانی کو (ضرورت کی جگہوں کی طرف) موڑ رہا ہے۔ اس شخص نے اس آدمی سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتلایا جو اس نے بدلی سے سنا تھا۔ باغ والے نے پلٹ کر پوچھا کہ اے اللہ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی تمھارے باغ تک پہنچا ہے ایک آواز سنی تھی جو تمھارا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کردو۔ مجھے بتلاؤ کہ تم آخر اس باغ میں کرتے کیا ہو؟ اس نے کہا: جب آپ پوچھ رہے ہیں تو سنئے: میں دیکھتا ہوں کہ اس باغ میں کتنا پیدا ہوا پھر اس میں سے ایک تہائی صدقہ کردیتا ہوں، ایک تہائی سے میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور آخری تہائی کو اسی باغ میں دوبارہ لگادیتا ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب الصدقۃ فی المساکین)

۳۔ جریج راہب کا واقعہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ واقعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ جریج ایک عبادت گذار آدمی تھے۔ انھوں نے آبادی سے باہر ایک عبادت گاہ بنالی اور اسی میں رہا کرتے تھے۔ ایک بار ان کی ماں ان کے پاس آئیں اس حال میں کہ وہ صلاۃ میں مشغول تھے، ماں نے پکارا: اے جریج! کہنے لگے: یارب! ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری صلاۃ ہے (کسے اختیار کروں؟) چنانچہ اپنی صلاۃ ہی میں لگے رہے اور ماں واپس چلی گئی۔ دوسرا دن ہوا تو ماں پھر آئی اور اس وقت بھی جریج اپنی صلاۃ میں مشغول تھے۔ ماں نے کہا: اے جریج! انھوں نے کہا: یارب میری ماں ہے اور میری صلاۃ ہے۔ اور پھر اپنی صلاۃ میں لگے رہے، ماں واپس پلٹ گئی۔ (تیسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا) ماں آئی، جریج کو پکارا، جریج صلاۃ میں مشغول تھے، انھوں نے اپنی ماں کو جواب دینے کے مقابلے میں صلاۃ میں مشغول رہنا اختیار کیا۔ ماں واپس ہوگئی لیکن جاتے جاتے یہ بددعا کر گئی کہ اے اللہ! جریج کو اس وقت تک موت نہ دینا جب

تک زانیوں (بدکار عورتوں) کا چہرہ نہ دیکھ لے۔ ایک دن کی بات ہے کہ بنواسرائیل آپس میں جریج اور ان کی عبادت کا ذکر کررہے تھے کہ ایک بدکار عورت نے جس کے حسن وجمال کی مثال دی جاتی تھی کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمھارے لئے جریج کو فتنہ میں مبتلا کردوں؟ چنانچہ اس عورت نے جریج کو اپنے جال میں پھنسانا اور فتنہ کا شکار بنانا چاہا لیکن جریج نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی بالآخر وہ ایک چرواہے کے پاس چلی گئی جو ان کی عبادت گاہ کے قریب پناہ لیا کرتا تھا۔ عورت نے اپنے آپ کو چرواہے کے حوالے کردیا اور چرواہے سے زنا کے نتیجہ میں حاملہ ہوگئی۔ جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا کہ یہ جریج کا بچہ ہے۔ لوگ جریج کے پاس آئے اور انھیں اپنی عبادت گاہ سے نیچے اترنے کے لئے کہا اور ان کی عبادت گاہ ڈھانے لگے اور انھیں بھی مارا۔ جریج نے دریافت کیا کہ بات کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ تم نے اس بدکار کے ساتھ زنا کیا ہے اور اس کے پیٹ سے تمھارا بچہ پیدا ہوا ہے۔ جریج نے پوچھا کہ وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اسے لے کر آئے۔ جریج نے کہا: مجھے ذرا صلاۃ پڑھنے دو۔ صلاۃ پڑھ کر فارغ ہونے کے بعد جریج بچہ

کے پاس آئے اور اس کے پیٹ میں کونچ کر کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچہ نے جواب دیا: فلاں چرواہا۔ (یہ سننا تھا کہ) لوگ جرتج کو چومنے لگے اور ان سے تبرک لینے لگے اور کہنے لگے: ہم آپ کی عبادت گاہ سونے سے تعمیر کر دیتے ہیں۔ جرتج نے کہا: نہیں، میری عبادت گاہ اسی طرح مٹی کی بنادو جس طرح سے تھی۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے کرامات اولیاء کا ثبوت ملتا ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ سچا رکھے اسے فتنے ضرر نہیں پہنچا سکتے، اور یہ کہ اللہ تعالی آزمائش اور مصیبت کے اوقات میں اپنے اولیاء کے لئے ان سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔ (فتح الباری: 239/10)

۴۔ سارہ علیہا السلام کا واقعہ

یہ واقعہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک بار ابراہیم علیہ السلام سارہ علیہا السلام کو ساتھ لے کر سفر کر رہے تھے۔ ایک ظالم بادشاہ کی سرزمین سے گذر ہوا۔ سارہ علیہا السلام نہایت

حسین و جمیل خاتون تھیں۔ بادشاہ کے کسی حاشیہ بردار کی ان پر نظر پڑ گئی۔ اس نے بادشاہ سے جا کر کہا کہ ایک ملکۂ جمال آپ کی سلطنت میں دیکھی گئی ہے، وہ آپ ہی کے شایان شان ہے۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم پر انھیں دربار میں حاضر کیا گیا۔ دوسری طرف ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کے حضور اپنی فریاد لے کر صلاۃ میں کھڑے ہو گئے۔ جب سارہ علیہا السلام اندر داخل ہوئیں تو ظالم بادشاہ ان کا حسن و جمال دیکھ کر بے قابو ہو گیا۔ اس نے دست درازی کرنی چاہی، ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ اس نے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ انھیں کچھ نقصان نہ پہنچائے گا۔ سارہ علیہا السلام نے دعا کی اور وہ دوبارہ تندرست ہو گیا۔ لیکن اس نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے پھر دست درازی کرنی چاہی۔ اللہ کی طرف سے اب اور شدید گرفت آ گئی۔ اس نے پھر دعا کی درخواست کی اور نقصان نہ پہنچانے کا وعدہ کیا۔ سارہ علیہا السلام نے دعا کی اور اس کی صحت لوٹ آئی۔ اب بادشاہ نے اپنے ایک حاشیہ بردار کو بلا کر اس سے کہا کہ تم میرے پاس کوئی انسان نہیں بلکہ کوئی شیطان لے کر آ گئے ہو، اسے واپس لے جاؤ اور ساتھ میں ہاجرہ علیہا

السلام کو بطور خادمہ دے دو۔ جب سارہ علیہا السلام ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس پہنچیں تو وہ بدستور صلاۃ میں مشغول تھے۔ اشاروں سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ سارہ علیہا السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کی چال اسی پر پلٹ دی اور اس نے ہمیں ایک خادمہ بھی دیا۔

اس واقعہ میں سارہ علیہا السلام کی کرامت صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظالم بادشاہ سے ان کی حفاظت فرمائی۔ ان کی عزت وآبرو کو سلامت رکھا۔ ان کے دشمن کو مبتلائے عذاب کیا۔ اور یہ سب کچھ غیر معمولی طور پر خلاف عادت ہوا جو عام حالات میں نہیں ہوا کرتا۔

۵۔ ایک امانت دار شخص کا واقعہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ ذکر کیا جس نے کسی دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض طلب کیا تھا۔ اس نے گواہ مانگا تو قرض طلب کرنے والے نے جواب دیا: اللہ بطور گواہ کافی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ کوئی ضامن لے کر آؤ۔ قرض خواہ نے کہا کہ اللہ بطور ضامن کافی ہے۔ دوسرے نے کہا: تم

سچ کہتے ہو۔ چنانچہ ایک متعین مدت کے لئے اسے قرض دے دیا۔ وہ شخص سمندر پار تجارت کے لئے نکل گیا۔ متعینہ مدت پر قرض کی ادائیگی کی خاطر واپس پہنچنے کے لئے کشتی تلاش کی تو اسے کوئی کشتی نہ مل سکی۔ بالآخر اس نے ایک لکڑی لی، اس کے اندر سوراخ کیا پھر اس میں ایک ہزار دینار اور جس سے قرض لیا تھا اس کے نام ایک خط رکھ کر اسے بند کر دیا۔ پھر سمندر کے پاس آیا اور یہ دعا کی: اے اللہ ! تو یقیناً جانتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے، اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا کہ اللہ بطور ضامن کافی ہے چنانچہ وہ تیرے نام پر راضی ہو گیا پھر اس نے گواہ طلب کئے تو میں نے کہا: اللہ بطور گواہ کافی ہے پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا۔ اے اللہ ! میں نے اس کی رقم اس تک پہنچانے کے لئے کشتی کی تلاش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن مجھے کشتی نہیں مل سکی۔ اے اللہ ! اب یہ مال میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی دریا میں ڈال دی۔ وہ لکڑی سمندر میں ڈوب گئی اور یہ شخص واپس پلٹ گیا۔ اس کے بعد بھی یہ شخص اس شہر تک پہنچنے کے لئے کشتی کی تلاش میں لگا رہا۔ دوسری طرف وہ شخص جس

نے قرض دیا تھا اس تلاش میں نکلا کہ شاید کوئی کشتی اس کا مال لے کر آئی ہو۔ اچانک اسے ایک لکڑی نظر آئی جسے اس نے اپنے گھر میں بطور ایندھن استعمال کے لئے لے لیا۔ یہ وہی لکڑی تھی جس میں مال رکھ کر اس شخص نے بھیجا تھا۔ جب گھر پہنچ کر اسے چیرا تو مال کے ساتھ ایک خط بھی ملا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص حاضر ہوا جس نے قرض لئے تھے اور ایک ہزار دینار پیش کرنے لگا۔ ساتھ ہی معذرت کے ساتھ کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں آپ کا مال آپ تک پہنچانے کے لئے مسلسل کشتی کی تلاش میں لگا رہا لیکن آج سے پہلے مجھے کوئی کشتی نہ مل سکی۔ دوسرے نے کہا: کیا تم نے میرے پاس کچھ بھیجا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کو بتلا رہا ہوں کہ آج آنے سے پہلے تک مجھے کوئی کشتی نہ مل سکی۔ دوسرے نے جواب دیا کہ اللہ تعالی نے آپ کی طرف سے مال ادا کر دیا ہے۔ آپ نے لکڑی میں جو رکھ کر بھیجا تھا وہ مجھے مل گیا ہے۔ اب آپ اپنا یہ ایک ہزار لے کر جو ابھی اپنے ساتھ لائے ہیں بخیر و عافیت واپس جائیے۔ (صحیح بخاری، کتاب الحوالات، باب الکفالۃ فی القرض والدیون)

٦۔ اصحاب الاخدود کا واقعہ

صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کے پاس ایک جادو گر تھا، جب جادو گر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، ایک لڑکا میرے سپرد کرو تاکہ میں اسے یہ جادو کا علم سکھادوں۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکا اس کی طرف بھیجنا شروع کر دیا جس کو وہ جادو سکھاتا۔ راستے میں ایک راہب کا بھی ٹھکانا تھا، وہ لڑکا جب بھی جادو گر کے پاس جاتا تو راہب کے پاس بھی (تھوڑی دیر کے لئے) بیٹھ جاتا، اسے اس کی باتیں اچھی لگیں، پس وہ جب بھی جادو گر کے پاس جاتا تو گزرتے ہوئے راہب کے پاس بھی بیٹھ جاتا۔ جب وہ جادو گر کے پاس آتا تو دیر سے آنے کی وجہ سے جادو گر اسے مارتا۔ اس نے راہب کو بتلایا۔ راہب نے اس سے کہا کہ جب تمھیں جادو گر سے مار کا ڈر ہو تو یہ کہہ دیا کرو کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے ڈر ہو تو کہہ دیا کرو کہ جادو گر نے مجھے روک لیا تھا۔ چنانچہ اسی طرح دن گذرتے رہے۔ ایک دن لڑکے نے اپنے راستہ میں ایک بہت بڑا جانور دیکھا جس نے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا۔ لڑکے نے

دل میں کہا کہ آج پتہ چل جائے گا کہ جادو گر افضل ہے یا راہب؟ اس نے ایک پتھر پکڑ کر کہا، اے اللہ ! اگر راہب کا معاملہ تیرے نزدیک جادو گر کے معاملہ سے زیادہ پسندیدہ ہے تو اس جانور کو اس پتھر کے ذریعہ سے مار دے تاکہ راستہ کھل جائے اور لوگ گذر جائیں۔ یہ دعا کر کے اس نے پتھر اس جانور کو مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا اور لوگ گذر گئے۔ وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اسے اس بات کی خبر دی، راہب نے اس سے کہا: بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہو، تمھارا معاملہ جہاں تک پہنچ گیا ہے میں وہ دیکھ رہا ہوں، اور عنقریب تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے، پس جب آزمائش کا مرحلہ آئے تو تم میری بابت لوگوں کو نہ بتلانا۔ یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اللہ کے حکم سے درست کر دیتا تھا اور دیگر تمام بیماریوں کا علاج کرتا۔ بادشاہ کا ایک درباری اندھا تھا، اس نے جب سنا تو بہت سے تحفے تحائف لے کر لڑکے کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اگر تم مجھے ٹھیک کر دو تو یہ سارے ہدایا و تحائف جو میں یہاں اپنے ساتھ لایا ہوں تمھارے ہیں۔ لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا صرف اللہ دیتا ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ

سے دعا کروں گا اور وہ تمھیں شفا عطا فرما دے گا۔ چنانچہ وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اسے شفا عطا فرما دی۔ وہ درباری بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے پاس اسی طرح بیٹھ گیا جیسا کہ بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اسے بینا دیکھ کر پوچھا: تیری بینائی کس نے واپس کر دی؟ اس نے کہا: میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ تیرا کوئی اور رب ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا رب اور تیرا رب صرف ایک اللہ ہے۔ بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کو سزا دیتا رہا حتی کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتلا دیا۔ چنانچہ لڑکے کو لایا گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: تیرے جادو کا کمال اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو درست کر دیتا ہے اور بھی فلاں فلاں کام کر لیتا ہے۔ اس نے جواب دیا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا دینے والا تو صرف اللہ تعالی ہے۔ بادشاہ نے اسے بھی گرفتار کر لیا اور اسے سزا دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے راہب کا پتہ بتلا دیا۔ پس راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تم اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس نے انکار کیا۔ بادشاہ نے آرہ منگوایا اور اس آرے کو اس کے سر کے عین درمیان میں رکھ کر اس کو چیر دیا گیا یہاں تک کہ اس کے

دو ٹکڑے ہو گئے۔ پھر بادشاہ کے درباری کو لایا گیا اور اس سے بھی کہا گیا کہ تم اپنے دین سے پھر جاؤ، اس نے بھی انکار کیا تو اس کو بھی راہب کی طرح سر کے درمیان میں آرہ رکھ کر چیر دیا گیا اور اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ پھر لڑکے کو لایا گیا اور اس سے بھی اپنا دین چھوڑ دینے کی پیشکش کی گئی، اس نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اسے اپنے چند خاص آدمیوں کے سپرد کر دیا اور ان سے کہا کہ اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اسے پہاڑ کے اوپر چڑھاؤ۔ جب تم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤ تو اس سے معلوم کرو، اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو خیر، ورنہ وہاں سے اسے نیچے پھینک دو۔ چنانچہ لڑکے کو لے گئے اور اسے پہاڑ پر چڑھایا۔ لڑکے نے وہاں دعا کی: اے اللہ ! تو ان کے مقابلہ میں مجھے کافی ہو جا جس طرح تو چاہے۔ چنانچہ پہاڑ لرزا جس سے سب نیچے گر گئے۔ لڑکا بادشاہ کے پاس دوبارہ آپہنچا۔ بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھیوں نے کیا کیا؟ لڑکے نے جواب دیا: ان کے مقابلے میں اللہ مجھے کافی ہو گیا۔ بادشاہ نے اسے پھر اپنے چند خاص آدمیوں کے حوالے کیا اور ان سے کہا کہ اسے لے جاؤ اور کشتی میں سوار کراؤ اور سمندر کے درمیان لے جا کر دیکھو، اگر یہ

اپنے دین سے پھر جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے سمندر میں پھینک دو۔ چنانچہ وہ اسے لے گئے، اس نے کشتی میں بیٹھ کر دعا کی: اے اللہ! ان کے مقابلے میں، جیسے تو چاہے، مجھے کافی ہو جا۔ چنانچہ کشتی الٹ گئی اور سب پانی میں ڈوب گئے۔ یہ لڑکا بچ گیا اور پھر بادشاہ کے پاس آ پہنچا۔ بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھیوں نے کیا کیا؟ لڑکے نے کہا: اللہ تعالی ان کے مقابلے میں مجھے کافی ہو گیا۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتا جب تک تو وہ طریقہ اختیار نہ کرے جو میں تجھے بتلاؤں۔ بادشاہ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ لڑکے نے کہا: تو ایک کھلے میدان میں لوگوں کو جمع کر اور مجھے سولی دینے کے لئے ایک تنے پر چڑھا، پھر میرے ترکش سے ایک تیر لے کر اسے کمان کے چلے پر رکھ، پھر یہ الفاظ پڑھ کر (اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے) مجھے تیر مار۔ جب تو ایسا کرے گا تو مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا، اسے سولی دینے کے لئے لکڑی کے ایک تنے پر چڑھایا، پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لے کر اسے کمان کے چلے پر رکھا اور کہا: اللہ کے نام سے جو

اس لڑکے کا رب ہے۔اور تیر پھینکا، تیر اس کی کنپٹی پر لگا، لڑکے نے اپنا ہاتھ اپنی کنپٹی پر رکھا اور مر گیا۔(لوگوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو رب کائنات کی حقیقت اور ایک رب کی توحید ان کی سمجھ میں آگئی اور بے اختیار) پکار اٹھے: ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا: بادشاہ سلامت! آپ جس چیز سے ڈرتے تھے اللہ کی قسم وہی ہوا اور آپ کا خطرہ سامنے آگیا، سب لوگ اللہ پر ایمان لے آئے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ سڑکوں کے کنارے خندقیں کھودی جائیں، پس وہ کھودی گئیں اور ان میں آگ بھڑکا دی گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا، جو اپنے دین سے نہ پھرے اسے اس آگ میں جھونک دو۔ یا اس سے کہا جائے آگ میں داخل ہو جا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ حتی کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ بچہ تھا، وہ آگ میں گرنے سے جھجکی تو اس کے بچے نے کہا: اماں! صبر کر یقیناً تو حق پر ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب قصۃ أصحاب الاخدود والراہب والغلام)

کرامات صحابہ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامات کے متعدد واقعات حدیث کی کتابوں

میں مروی ہیں۔چند واقعات کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

ا۔ ایک بار نبی ﷺ نے اصحاب صفہ کے کھانے کا انتظام کرنے کے لئے صحابہ میں اعلان کیا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس پانچ آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں، چھٹے کو لے جائے۔ چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے پاس تین اشخاص کو لے کر گئے۔ جب ان مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا اور وہ کھانے لگے تو جس قدر بھی لقمہ اٹھاتے تھے نیچے سے کئی گنا بڑھ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر اسے نبی ﷺ کے پاس بھیجا، آپ ﷺ نے بھی اس میں سے کھایا اور بارہ عریفوں نے بھی اپنے ساتھیوں سمیت اس میں سے کھایا۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب السمر مع الاہل، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، صحیح مسلم کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف)۔

۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ گذشتہ امتوں میں کچھ لوگ مُحَدَّث ہوتے تھے اگر میری امت میں بھی کوئی مُحَدَّث ہوا تو وہ عمر ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل

عمر رضی اللہ عنہ)

مُحَدَّث کا مفہوم ہے ایسا شخص جس کے دل میں اللہ کی جانب سے بعض باتیں ڈال دی جائیں۔ یہ بھی کرامت کی ایک صورت ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں اللہ تعالی نے یہ بات ڈال دی تھی کہ اگر اندیشہ محسوس ہو تو موسیٰ علیہ السلام کو ایک صندوق میں رکھ کر دریا کے حوالہ کر دیں۔

۳۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اندھیری رات میں نکلے، اچانک دونوں کے سامنے ایک نور ظاہر ہو گیا، جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو وہ نور بھی جدا ہو کر ان دونوں کے ساتھ ساتھ ہو گیا۔ ایک روایت میں ان دونوں اشخاص کا نام بھی ہے، ایک عباد بن بشر اور دوسرے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب ۷۹ قبل باب الخوخۃ والممر فی المسجد، وکتاب مناقب الانصار، باب منقبۃ أسید بن حضیر وعباد بن بشر رضی اللہ عنہما)

۴۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا کہ اس کے گھر میں بندھا ہوا چوپایہ بدکنے لگا، اس نے

دیکھا کہ ایک بدلی اس پر چھائے ہوئے ہے، جب اس نے نبی ﷺ سے یہ واقعہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! پڑھو کیونکہ یہ سکینت تھی جس کا نزول تلاوت قرآن کی بنا پر ہو رہا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الکھف، و صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن)

۵۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ کوفہ کے لوگوں نے ان سے متعلق دربار خلافت میں شکایت بھیجی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے برائے تحقیق ایک وفد کوفہ بھیجا۔ ان لوگوں نے مسجدوں میں جا جا کر ان سے متعلق دریافت کیا، سب نے ان کی تعریف کی، البتہ بنو عبس کی مسجد میں اسامہ بن قتادہ نامی ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: جب آپ نے ہم سے پوچھ ہی لیا ہے تو عرض یہ ہے کہ سعد لشکر کے ساتھ (جہاد کے لئے) نہیں جاتے، تقسیم میں برابری نہیں کرتے اور فیصلوں میں انصاف سے کام نہیں لیتے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: میں بھی تین باتوں کی دعا ضرور کروں گا۔ اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور ریاکاری اور شہرت کی خاطر کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر، اس کی غربت

وناداری میں اضافہ کر اور اسے فتنوں کا نشانہ بنادے۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اس کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا، بہت بوڑھا اور فتنوں میں مبتلا ہوں، مجھے سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بیان کرنے والے راوی عبدالملک کہتے ہیں: میں نے بعد میں اسے دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں پلکیں اس کی آنکھوں پر گر پڑی تھیں اور وہ راستوں میں لڑکیوں کو چھیڑتا اور انھیں آنکھ مارا کرتا تھا۔ (ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام، و صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الظہر والعصر)۔

٦۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے اروی بنت اوس نے جھگڑا کیا اور مروان بن حکم (والی مدینہ) تک اپنی شکایت پہنچائی اور اس نے دعوی کیا کہ زید نے اس کی کچھ زمین غصب کرلی ہے۔ سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (وعید) سننے کے بعد اس کی زمین کا کچھ حصہ غصب کروں گا؟ مروان نے پوچھا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا (وعید) سنی ہے؟ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے ناجائز طریقے سے کسی کی ایک بالشت

زمین بھی ہتھیالی تو اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ یہ سن کر مروان نے ان سے کہا: اس کے بعد میں آپ سے کوئی دلیل طلب نہیں کروں گا۔ پھر سعید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے لئے بددعا فرمائی: اے اللہ ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھوں کی بینائی چھین لے اور اس کو اس کی ہی زمین میں موت دے۔ عروہ بیان کرتے ہیں کہ مرنے سے پہلے اس کی بینائی چلی گئی اور ایک وقت وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر گئی اور اس میں مر گئی۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی سبع أرضین۔ و صحیح مسلم کتاب المساقاۃ، باب تحریم الظلم و غصب الارض)۔

۷۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جب احد کی جنگ برپا ہوئی تو میرے والد نے رات کے وقت مجھے بلایا اور فرمایا: مجھے یوں لگتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو پہلے شہید ہوں گے، میں بھی انھیں میں سے ہوں گا اور میں اپنے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے علاوہ ایسا شخص چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں جو مجھے تم سے زیادہ عزیز ہو۔ یاد رکھنا کہ میرے ذمہ قرض ہے، اسے ادا کر دینا۔ اور اپنی بہنوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔

پس جب ہم نے صبح کی تو پہلے شہید ہونے والے وہی تھے اور میں نے ان کے ساتھ ایک اور شخص کو ان کی قبر میں دفن کر دیا۔ پھر میرا نفس اس بات پر مطمئن نہیں ہوا کہ میں ان کو دوسرے کے ساتھ ہی رہنے دوں۔ چنانچہ میں نے چھ مہینے کے بعد ان کو (قبر سے) نکال لیا۔ وہ اپنی قبر میں کانوں کے سوا اسی طرح تھے جیسے قبر میں رکھے جانے والے دن تھے۔ پھر میں نے ان کو ایک علیحدہ قبر میں رکھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ہل یخرج المیت من القبر؟)۔

۸۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کا ایک لشکر جاسوس بنا کر بھیجا اور ان پر عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ لوگ چلے یہاں تک کہ عسفان اور مکہ کے درمیان واقع مقام ہدأۃ پر پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلہ بنو لحیان کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ چنانچہ وہ فوراً سو کے قریب تیر اندازوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکل آئے اور ان کے نشانات قدم کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ جب عاصم اور ان کے ساتھیوں کو ان کے تعاقب کا احساس ہوا تو وہ ایک جگہ پناہ گزیں ہو گئے لیکن بنو لحیان کے افراد نے انھیں گھیر لیا اور ان سے کہا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ

کو ہمارے حوالے کر دو، ہم تمھیں عہد و پیمان دیتے ہیں کہ کسی ایک کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو کسی کافر کے عہد پر ہر گز نہیں اتروں گا، اے اللہ! ہمارے بارے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دے۔ پھر دشمنوں نے تیروں کی بوچھار کر دی اور عاصم رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ تین آدمی ان کے عہد و میثاق پر اتر آئے، ایک خبیب دوسرے زید بن دثنہ اور ایک صحابی اور تھے۔ جب انھوں نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمانوں کی تانتیں کھول کر اسی سے ان کو باندھ دیا۔ تیسرے آدمی نے کہا: یہ پہلی بد عہدی ہے۔ اللہ کی قسم! میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میرے لئے ان مقتولین کا نمونہ ہے۔ دشمن نے ان کو گھسیٹ کر اپنے ساتھ بہ مشقت لے جانا چاہا لیکن وہ ان کے ساتھ نہ جانے پر اڑے رہے تو دشمن نے ان کو بھی قتل کر دیا۔ خبیب اور زید بن دثنہ کو لے کر چلے اور جنگ بدر کے واقعہ کے بعد انھیں مکہ لے جا کر فروخت کر دیا۔ بنو حارث بن عامر بن نوفل نے خبیب کو خرید لیا کیونکہ انھوں نے ہی بدر والے دن حارث کو قتل کیا تھا۔ خبیب ان کے پاس قیدی کے طور پر رہے یہاں تک کہ انھوں نے ان کے

قتل کا فیصلہ کر لیا۔ایک دن کی بات ہے کہ خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کی کسی بیٹی سے زیر ناف کے بال مونڈنے کے لئے استرا مانگا، اس نے انھیں لا کر دے دیا۔ اس کا ایک بچہ کھیلتے کھیلتے جب کہ وہ غافل تھی خبیب کے پاس آگیا۔اس نے بچے کو اس حال میں دیکھا کہ وہ خبیب کی ران پر بیٹھا ہوا ہے اور استرا ان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ لڑکی سخت گھبرا گئی جسے خبیب رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا تو اس سے کہا: کیا تجھے اندیشہ ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا، میں ایسا نہیں کر سکتا ہوں۔اس لڑکی کا بیان ہے کہ میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے انھیں ایک دن دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں انگور کا خوشہ لئے کھا رہے تھے جب کہ وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں مکہ میں کوئی پھل نہیں پایا جاتا تھا۔وہ لڑکی کہتی تھی کہ یہ وہ رزق تھا جسے اللہ نے خبیب کو پہنچایا تھا۔جب کفار مکہ خبیب کو حرم سے حل کی طرف لے کر گئے تو خبیب نے ان سے درخواست کی کہ مجھے دو رکعتیں پڑھ لینے دو۔ ان لوگوں نے آپ کو پڑھنے کا موقعہ دیا۔ آپ نے پڑھنے کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم! اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم گمان کرو گے

کہ مجھے موت کے خوف نے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے تو میں اور صلاۃ پڑھتا۔ (پھر دعا فرمائی) اے اللہ! ان کی تعداد گن لے، ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مار، اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔ اور یہ شعر پڑھا:

فلست أبالي حين أقتل مسلما * على أي جنب كان لله مصرعي

وذلك في ذات الإله وإن يشأ * يبارك على أوصال شلو ممزع

(جب اسلام کی حالت میں میرا قتل کیا جا رہا ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کس پہلو پر اللہ کے لئے میری موت واقع ہو گی۔ میری یہ موت اللہ کی راہ میں ہے، وہ اگر چاہے تو کٹے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت ڈال دے)۔

خبیب رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنھوں نے ہر اس مسلمان کے لئے جس کو باندھ کر قتل کیا جائے دو رکعتیں صلاۃ پڑھنے کا طریقہ جاری کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ان کی خبر اسی روز دی جس روز ان کو شہید کیا گیا۔ قریش کو جب بتلایا گیا کہ عاصم بن ثابت قتل کر دیئے گئے ہیں تو انھوں نے کچھ لوگوں کو ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ لانے کے لئے بھیجا جس سے ان کی شناخت کی جا سکے کیونکہ انھوں نے قریش کے ایک بڑے آدمی کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالی نے عاصم رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے بھڑوں (یا شہد کی مکھیوں) کی

ایک جماعت کو بادل کے سائے کی طرح بھیج دیا، پس انھوں نے قریش کے ان فرستادوں سے انھیں بچایا اور وہ اس بات پر قادر ہی نہیں ہو سکے کہ وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیں۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع، و کتاب الجہاد، باب ہل یستأسر الرجل؟)

کرامات تابعین

تابعین کے زمانے میں بھی بعض کرامات ثابت ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں اویس قرنی رحمہ اللہ کی کرامت ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اویس قرنی رحمہ اللہ کے فضائل کے بیان کے لئے ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔ ہم نے ان تمام احادیث کو ایک ساتھ جمع کر دیا ہے۔

روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ تابعین میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کا نام اویس ہے۔ اس کی ایک والدہ ہے جس کا وہ بڑا فرماں بردار ہے اور جس کے ساتھ وہ بڑا بہتر سلوک کرنے والا ہے۔ اس کے جسم میں برص کے سفید داغ تھے۔ اس نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اس کی بیماری دور کر دی۔ البتہ ایک دینار یا درہم کے برابر نشان باقی رہ گیا۔ تم اس سے کہنا کہ وہ تمھارے لئے بخشش کی دعا کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل أویس القرنی)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تابعین میں سے سب سے بہتر شخص کے

متعلق پیشگوئی فرمائی۔اس کی ایک قابل تعریف صفت یہ بیان کی کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوگا اور یہ کہ اللہ تعالی نے اس شخص کو مستجاب الدعوات بنایا ہے اور یہی اس شخص کی کرامت ہے، چنانچہ وہ خود ایک بیماری میں مبتلا تھا اور اپنی دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت سے شفایاب ہوا لہذا دوسروں کو ایسے شخص سے مغفرت کی دعا کروانی چاہیے۔

منکرین کرامت کی تردید

منکرین کرامت کی دو قسمیں ہیں۔ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو سرے سے دین وایمان کے منکر ہوتے ہیں، نہ اللہ ورسول پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی یوم آخرت پر، ایسے لوگوں کے لئے کرامت (جو ایمان وعقیدے کا ایک حصہ ہے) کا انکار ایک معمولی بات ہے۔ ایسے لوگوں سے اثبات کرامت پر گفتگو کے بجائے اثبات دین اور اثبات توحید ورسالت پر گفتگو کی جائے گی۔ توحید ورسالت ثابت ہو جانے کے بعد کرامت خود بخود ثابت ہو جائے گی۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو اسلام کا کلمہ تو ضرور پڑھتے ہیں لیکن نصوص شریعت پر اپنی عقل ورائے کو مقدم رکھتے ہیں۔ یہ اہل بدعت کا ایک گروہ ہے جسے معتزلہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ لوگ کرامت کے منکر ہیں۔ان کی تردید کرتے ہوئے صاحب شرح عقیدہ طحاویہ لکھتے ہیں :

کرامت کے انکار میں معتزلہ کے قول کا بطلان بالکل واضح ہے کیونکہ اس کا انکار محسوسات کے انکار کی طرح ہے۔ جہاں تک ان کے اس شبہ کا تعلق ہے

کہ اگر کرامت کو صحیح مان لیا جائے تو نبی اور ولی میں فرق کرنا دشوار ہو جائے گا اور ایسا جائز نہیں۔ معتزلہ کا یہ دعوی اس وقت درست کہا جا سکتا تھا اگر ولی خارق عادت پیش کرتے ہوئے دعوائے نبوت بھی کرتا اور ایسا ہونا ناممکن ہے کیونکہ اگر وہ نبوت کا دعوی کر دے تو ولی نہ ہو کر جھوٹا مدعیٔ نبوت ہو جائے گا۔ (شرح عقیدہ طحاویہ/۷۵۲)

قابل غور بات یہ ہے کہ کرامت تو اللہ کی جانب سے ایک عزت افزائی ہے، کرامت مکمل طور پر اللہ کی نوازش ہے، کرامت کے اظہار میں ولی کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا کہ جب چاہے دعوائے ولایت کرے اور بطور دلیل کرامت پیش کر دے۔ صالح بندے کی حاجت کے وقت کرامت ظاہر ہوتی ہے، یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص کرامت ظاہر ہونے کے بعد دعوائے نبوت کر دے کیونکہ اللہ تعالی کو دلوں کا حال بھی معلوم ہے اور وہ مستقبل سے بھی باخبر ہے۔ اللہ تعالی ایسے شخص کو کبھی کرامت سے نہیں نواز سکتا۔

اثبات کرامت میں غلو

اثبات کرامت میں بعض لوگ افراط اور بعض تفریط کا شکار ہو گئے۔ اہل سنت وجماعت اہل حدیث افراط و تفریط سے دور رہ کر صراط مستقیم پر قائم رہے۔ایک طرف معتزلہ چلے گئے جنھوں نے کرامت کا بالکل انکار کردیا تو دوسری طرف صوفیاء کی جماعت نے کرامت کے اثبات میں بے انتہا غلو اور افراط سے کام لیا۔ صوفیاء کا پورا دینی کاروبار اسی کرامت کے نام سے چلتا ہے۔ کرامت خواہ سچی ہو یا جھوٹی،ثابت ہو یا غیر ثابت، جادو ہو یا دجل وفریب، عیاری ہو یا ہاتھ کی صفائی صوفیاء کے دکان کی ساری رونق اسی کے دم سے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عدالتی کارروائیوں اور شرعی فیصلوں میں کرامت کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ کسی شخص کا ایسا دعوی جو عادتاً غیر ممکن الوقوع ہے شرعی طور پر ناقابل قبول ہے،ایسی بات لغو مانی جائے گی۔ مثلاً:

(ا) دو شخص مکہ میں بیٹھ کر (جدید مواصلاتی وسائل وذرائع کا استعمال کئے بغیر) یہ دعوی کریں کہ ایک نے اپنا گھر ملک شام میں رہن رکھ

دیا ہے اور دوسرا کہے کہ اس نے قبضہ کر لیا ہے تو دونوں کی بات غیر مقبول ہو گی۔

(۲) ایک شخص نے کسی مغربی عورت سے نکاح کیا حالانکہ وہ خود مشرق میں ہے اور دونوں میں ملاقات کے بغیر چھ ماہ کے اندر ولادت ہو گئی تو بچہ اس کا نہیں مانا جائے گا۔

اب اگر کوئی کہے کہ بطور کرامت یا بطور استخدام جِن ایسا ہوا ہے تو شرعی طور پر نا قابل قبول ہو گا۔ (مغنی المحتاج فی الفقہ الشافعی)

لیکن یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ بعض فقہاء کرام نے اثبات کرامت میں غلو کا راستہ اختیار کر کے عدالتی کارروائیوں میں بھی کرامت کو قابل قبول گردانا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب در مختار کی شرح رد المحتار (جو حاشیہ ابن عابدین کے نام سے مشہور ہے) میں لکھا ہوا ہے کہ فقہاء حنفیہ نے عقد نکاح ہونے کو کافی سمجھا ہے گرچہ دخول نہ ہوا ہو، جیسے کوئی مغربی مرد کسی مشرقی عورت سے نکاح کرے اور دونوں کے درمیان ایک سال کی مسافت ہو اور

شادی کے چھ ماہ بعد ولادت ہو جائے تو اسے کرامت یا استخدام تصور کر کے صحیح مان لیا جائے گا۔ صاحب نہر فرماتے ہیں کہ صرف استخدام کہنا بہتر ہے کیونکہ مسافتوں کا ختم کر دیا جانا ہمارے نزدیک کرامت نہیں ہے۔ صاحب در مختار فرماتے ہیں: لیکن امام تفتازانی نے مفتیٔ ثقلین امام نسفی کی اتباع میں کرامت ہی کو بالجزم بیان کیا ہے بلکہ امام نسفی حنفی سے پوچھا گیا کہ کعبہ کسی ولی کی زیارت کو جاتا تھا کیا ایسا کہنا جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اہل سنت کے نزدیک کرامت کے طور پر اولیاء کے لئے خرق عادت جائز ہے۔

تاتار خانیہ میں فتاوی عتابیہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اگر کعبہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اصحاب کرامت کی زیارت کو چلا جائے تو اس کی زمین کی طرف منہ کر کے صلاۃ جائز ہو گی۔

اس فتوی پر نوٹ لگاتے ہوئے صاحب در مختار فرماتے ہیں: یہ مسئلہ صریح طور پر کرامات اولیاء کی دلیل ہے اور اس سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو ہمارے امام ابو حنیفہ پر کرامت کے انکار کا الزام لگاتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں: اس کی مزید تفصیل ثبوت نسب کے باب میں آئے گی۔

کعبہ کو اپنی جگہ سے اٹھا کر اولیاء کی زیارت کے لئے بھیج دینا صوفیاء کے غلو کی ایک عبرتناک مثال نہیں تو اور کیا ہے؟

رسول اکرم ﷺ صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کی نیت سے زیارت کعبہ کے لئے تشریف لے گئے اور کفار قریش نے آپ ﷺ کو عمرہ کرنے سے روک دیا لیکن اس موقعہ پر کعبہ اٹھ کر آپ کے پاس نہیں آیا تو آپ ﷺ دوبارہ صلح کر کے اگلے سال کعبہ کی زیارت کو تشریف لے گئے اور عمرہ ادا فرمایا۔ پھر سنہ ۱۰ ہجری میں حج کی نیت سے کعبہ کے طواف و زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ رسول اکرم ﷺ خود زیارت کعبہ کے لئے مکہ تشریف لے جاتے تھے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ وہ کون سا ولی ہے جو رسول اکرم ﷺ سے بھی افضل ہے، جو کعبہ کی زیارت کے لئے نہیں آتا بلکہ کعبہ خود اس کی زیارت کو جاتا ہے۔!!!

کیا غیب دانی بھی کرامت ہے؟

غیب کا عالم صرف اللہ تعالی ہے البتہ کچھ باتوں کی اطلاع اپنے رسولوں کو دے دیتا ہے تاکہ وہ اسے بے کم وکاست اس کے بندوں تک پہنچادیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس حقیقت کو متعدد بار مختلف پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن فقہ حنفی کی مشہور کتاب حاشیہ ابن عابدین میں ہے کہ کتب عقائد میں یہ بات مذکور ہے کہ غیب کی بعض باتوں کی اطلاع پاجانا جملہ کرامات اولیاء میں سے ہے۔

یہ اثبات کرامت میں غلو نہیں تو اور کیا ہے۔!!!

کرامت میں غلو کا نتیجہ

فقہ شافعی کی کتاب شرح البہجۃ میں شیخ زکریا انصاری شافعی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بطور کرامت اپنا جنازہ خود پڑھ لے تو کافی ہوگا، یعنی الگ سے اس کا جنازہ پڑھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

اور کسی فقیہ سے نقل کرتے ہوئے یہ بات بھی لکھی ہے کہ اگر کسی

میت کو دوسرے میت نے بطور کرامت غسل دے دیا تو یہ کافی نہ ہو گا۔ پھر لکھا ہے کہ اس مسئلہ کی مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

ظاہر ہے کہ اس طرح کے مسائل سے پورا دین کھلونا بن جائے گا۔

ایک دلچسپ حکایت

ایک بدعتی صوفی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے ایک واقعہ بیان کیا کہ وہ مشرق کے کسی تاتاری امیر کے پاس تھا۔ وہ امیر ایک بت کی عبادت کیا کرتا تھا۔ امیر نے صوفی سے کہا کہ یہ بت روزانہ کھانا کھاتا ہے اور کھانے میں اس کا اثر صاف ظاہر رہتا ہے۔ صوفی نے انکار کیا۔ امیر نے کہا کہ اگر بت نے کھانا کھالیا تو پھر تمھاری موت ہے؟ صوفی نے کہا: ہاں۔ صوفی کہتا ہے کہ میں دوپہر تک اس کے پاس بیٹھا رہا لیکن بت کے لئے چڑھائے گئے چڑھاوے پر کھانے کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ تاتاری کو یہ بات بہت گراں گذری اور اس نے سخت سے سخت قسمیں کھا کر بیان کیا کہ روزانہ کھانے کا اثر دکھائی دیتا تھا لیکن آج تمھاری موجودگی میں ایسا نہیں ہوا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس صوفی سے کہا کہ میں تجھے اس کا سبب

بتاتا ہوں۔ سبب یہ ہے کہ وہ تاتاری کافر و مشرک تھا اور اس کے بت کے ساتھ ایک شیطان تھا جو اسے گمراہ کرنے کے لئے کھانے میں اثر دکھایا کرتا تھا لیکن تمھاری موجودگی میں وہ حاضر نہ ہو سکا کیونکہ تمھارے پاس اسلام کی تھوڑی سی روشنی اور اللہ کی تائید تھی۔ تم اور تم جیسے لوگوں کی مثال خالص اہل اسلام کے مقابلے میں وہی ہے جو تمھارے مقابلے میں اس تاتاری کی تھی۔ تاتاری اور اس جیسے لوگ اپنے کفر و شرک کی وجہ سے پورے طور پر کالے سیاہ ہیں اور جو خالص اہل اسلام ہیں وہ پورے طور پر سفید ہیں اور تم صوفی بدعتی لوگ کچھ کالے اور کچھ سفید یعنی چتکبرا ہو۔

ایک دلچسپ مناظرہ

امام ابن تیمیہ نے جب صوفیوں کی تردید کی تو سلسلۂ رفاعیہ کے چند لوگوں نے جا کر حاکم وقت سے شکایت کی اور کہا کہ ہم لوگ صاحب حال اور صاحب کشف و کرامات ہیں۔ علماء ظاہر جو یہ کشف و کرامات نہیں دکھا سکتے ہم پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟ وہ لوگ ہمیں ہماری حالت پر چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ حاکم وقت عدل پرور اور انصاف پسند تھا۔ اس نے ایک وقت

متعین کرکے دونوں کو اکٹھا کیا تاکہ حق واضح وغالب اور باطل مغلوب ہو جائے۔

رفاعی صوفیوں کا دعوی تھا کہ ان کو جو وجد وحال حاصل ہے اس میں دنیا کا کوئی ولی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور ان کا جو طریقہ ہے کسی عالم کو اس کی معرفت نہیں ہے۔ان پر انکار کرنے والے صرف ظاہری شریعت کو جانتے ہیں مگر اسرار وحقیقت کو نہیں جانتے۔اس طرح کے بڑے بڑے دعوے یہ صوفی لوگ کر رہے تھے۔

امام ابن تیمیہ جب حاضر ہوئے تو امیر نے پوچھا کہ رفاعی صوفیوں سے آپ کا مطالبہ ہے کہ وہ لوہے کی زنجیریں اور طوق آگ میں گرما کے اپنی گردنوں میں ڈال کر دکھائیں؟ ابن تیمیہ نے کہا: یہ ان کا جھوٹ اور بہتان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم آگ میں داخل ہونے کا حکم دینا حلال نہیں سمجھتے بلکہ اگر کوئی آگ میں داخل ہونے کا حکم دے تو اس کی اطاعت جائز نہیں کیونکہ اس سلسلہ میں صحیح حدیث موجود ہے۔ یہ صوفی جھوٹے اور بدعتی لوگ ہیں۔انھوں نے مسلمانوں کا دین اور ان کی دنیا دونوں برباد کررکھی

ہے۔ کرامت کے نام پر انھوں نے بہت سے حیلے اور فریب پھیلا رکھے ہیں۔ اس مجلس میں وقت کی کمی کے باعث ان سب کا ذکر نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ بعض امراء کے گھروں میں اپنے ایجنٹ رکھ کر اندرونی خبریں لیا کرتے ہیں اور پھر کشف کے نام پر اسے ظاہر کر کے فریب دیتے ہیں۔

ایک دفعہ ان لوگوں نے ایک قبر میں ایک آدمی کو سلا دیا اور پھر امیر قفجق کو بلا کر یہ دھوکا دیا کہ مردے بات کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی بہت سی فریب کاریاں اور حیلہ سازیاں مشہور ہیں۔

مجھے ان کے امتحان کی ضرورت نہیں مگر ان کا دعوی ہے کہ وہ آگ میں داخل ہو سکتے ہیں اور اہل شریعت داخل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اہل شریعت کو ہم پر اعتراض کا حق نہیں ہے خواہ ہم کوئی کام شریعت کے موافق کریں یا مخالف۔ میں اللہ سے استخارہ کر کے آیا ہوں کہ اگر وہ آگ میں داخل ہوئے تو میں بھی داخل ہوں گا۔ جو جل گیا وہ مغلوب و ملعون ہو گا۔ لیکن ایک شرط ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمارے جسموں کو سرکہ اور گرم پانی سے مل مل کر دھو دیا جائے۔ امیر نے پوچھا: یہ شرط کیوں؟ ابن تیمیہ

نے کہا: کیونکہ یہ لوگ مینڈھک کا تیل، نارنگی کا چھلکا اور حجر طلق وغیرہ ملا کر ایک دوا بناتے ہیں اور اسے اپنے جسم پر لگائے رہتے ہیں جس پر آگ اثر نہیں کرتی۔ جب ہم دونوں سرکہ اور گرم پانی سے اپنے بدن خوب مل کر دھولیں گے تو سارے حیلے ختم ہو جائیں گے اور حق واضح ہو جائے گا۔

امیر نے پوچھا: کیا آپ یقینا ان کے ساتھ آگ میں کود جائیں گے؟ ابن تیمیہ نے کہا: ہاں، ہم نے استخارہ کر لیا ہے اور ہمارے دل میں یہ بات ڈال دی گئی ہے، البتہ ہم ابتداءً ایسا کرنا درست نہیں سمجھتے کیونکہ خرق عادت اور کرامت امت محمد ﷺ کے لئے جو ظاہر و باطن میں آپ ﷺ کے متبعین ہیں اس وقت کے لئے ہے جب حاجت ہو یا حجت کی ضرورت ہو۔ حاجت کا مفہوم وہ ضروری رزق اور فتح و نصرت ہے جس سے دین کا قیام ہے اور حجت اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے ہے۔ جب یہ لوگ اپنے حیلوں سے جسے یہ اشارات و کرامات کہتے ہیں، اللہ کے دین و شریعت کو باطل کرنے کی کوشش کریں گے تو اللہ اور اس کے رسول کی مدد ہم پر واجب ہو جائے گی اور ہم اپنے جسم و جان اور مال و زر کو اللہ کے دین و شریعت کے غلبہ کے لئے

لگادیں گے تو ان کی شعبدہ بازیوں کے مقابلے میں اللہ کی آیات و کرامات ظاہر ہوں گی۔ جیسے موسی علیہ السلام کا جب جادو گروں نے مقابلہ کیا تو ان کی لاٹھی نے اژدہا بن کر ان کی رسیوں کو جو بھیانک سانپوں کی شکل میں دوڑ رہی تھیں نگل لیا۔

جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو رفاعی صوفیوں نے چاہا کہ صلح صفائی کے ذریعہ معاملہ رفع دفع ہو جائے تو امیر نے کہا کہ نہیں، آج حق کا واضح ہو جانا ضروری ہے۔

ایک رفاعی شیخ نے کہا کہ لوہے کا طوق گلے میں پہننے کی دلیل وہب بن منبہ کی وہ روایت ہے جس میں بنی اسرائیل کے ایک عابد کا ذکر ہے کہ وہ اپنے گلے میں طوق پہنا کرتا تھا۔

یہ ایک غیر ثابت اسرائیلی روایت ہے اس کے باوجود امام ابن تیمیہ نے اسے جواب دیا کہ ہمارے لئے اسلامی شریعت کے خلاف کسی اسرائیلی روایت پر عمل جائز نہیں۔ مسند احمد کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں توریت کا ایک ورق دیکھا تو آپ نے فرمایا: اے

ابن خطاب ! کیا حیران ہو، میں تمھارے پاس صاف ستھری شریعت لے کر آیا ہوں۔ خبر دار ! اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو گمراہ ہو جاتے۔

ہمارے لئے اپنی شریعت کے خلاف موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل شدہ حکم کی اتباع جائز نہیں، جس کے بارے میں یہ یقین سے معلوم ہو کہ وہ ان کی شریعت ہے، تو پھر ہمارے لئے بنی اسرائیل کے کسی عابد کی اتباع کہاں درست ہو سکتی ہے، جب کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ حکایت سرے سے ثابت بھی ہے یا نہیں؟ ہمارا بنی اسرائیل کے عابدوں سے کیا تعلق ؟ تلك أمة قد خلت۔۔۔۔۔ قرآن پاک یا صحیح حدیث سے کوئی دلیل پیش کرو۔

پھر اس صوفی نے کہا کہ ہمارا تعلق شافعی مسلک سے ہے اس لئے ہمارے مقابلے میں کسی شافعی عالم کو لائیے۔ امام ابن تیمیہ نے کہا کہ گلے میں طوق پہننا کسی مسلمان عالم کے نزدیک نہ مستحب ہے نہ ہی جائز، بلکہ سب اس سے منع کرتے ہیں اور اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔ اتفاق سے شافعی

مسلک کے مفتی شیخ کمال الدین وہیں تشریف فرما تھے، ان سے کہا: شیخ آپ کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ بدعت ہے۔

اس کے بعد رفاعی صوفی یہ کہتے ہوئے چیخنے لگا کہ ہمارے ایسے اور ایسے احوال ہیں اور ہمارے پاس ایسے باطنی اسرار ہیں جن کا علم دوسروں کے پاس نہیں۔ امام ابن تیمیہ نے بھی اسی طرح آواز بلند کر کے کہا: باطن و ظاہر، شریعت و حقیقت سب کو کتاب و سنت پر پیش کرنا ہوگا۔ کتاب و سنت سے باہر نکلنے کی کسی کو اجازت نہیں، چاہے وہ فقراء و مشائخ ہوں یا امراء و ملوک ہوں یا علماء و قضاۃ ہوں یا کوئی اور ہوں۔ تمام مخلوقات پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت واجب ہے۔

پھر اس صوفی نے آگ وغیرہ میں داخل ہونے والی شعبدہ بازیوں کو بطور کرامت ذکر کیا۔ ابن تیمیہ نے جواب دیا کہ میں مشرق سے مغرب تک کے تمام رفاعی صوفیوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ جو کچھ آگ میں کریں گے میں بھی ویسے ہی کروں گا، جو جل گیا وہ ملعون و مغلوب ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ پہلے اپنے جسموں کو سرکہ اور گرم پانی سے مل مل کر خوب دھولیں۔

لوگوں نے پوچھا: وجہ؟ آپ نے فرمایا: یہ اپنے بدن پر مینڈھک کا تیل وغیرہ لگائے رہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ رفاعی صوفی چیخنے لگا اور ایسا ظاہر کرنے لگا گویا قمیص نکالنے جارہا ہے اور کہنے لگا کہ لکڑی کے ڈھیر اکٹھا کرو۔ امام ابن تیمیہ نے کہا کہ بات کو طول نہ دو، صرف ایک چراغ لے آؤ اور ہم دونوں اپنی انگلیاں سرکہ اور گرم پانی سے دھو کر اس میں ڈالیں، جس کی انگلی جل جائے اس پر اللہ کی لعنت اور وہ مغلوب۔ یہ بات کہنے سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ ذلیل ہو گیا۔

پھر ابن تیمیہ نے کہا: ان سب کے باوجود اگر تم آگ میں داخل ہو کر حقیقتًہ بہ سلامت نکل آؤ، یا ہوا میں پرواز کرو، یا پانی پر چلو یا اپنے دعوے کی صحت پر جو چاہو کرتب دکھاؤ، شریعت کی مخالفت کے لئے یہ چیزیں دلیل نہیں بن سکتیں۔

دجال اکبر آسمان سے کہے گا کہ بارش برسا تو بارش ہو جائے گی، زمین سے کہے گا کہ پودے اگا تو پودے اگ جائیں گے، کھنڈروں سے کہے گا کہ اپنے خزانے باہر نکال تو خزانے اور دفینے نکل کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے

لگیں گے، ایک شخص کو قتل کرکے اس کے بدن کے دو ٹکڑے کرکے ان کے درمیان میں چلے گا پھر اس سے کہے گا کہ کھڑے ہو جا تو وہ اٹھ کھڑا ہو گا، ان سب خرق عادت امور کے باوجود وہ کذاب ودجال اور ملعون ہو گا۔

اس مناظرہ سے حاضرین کے سامنے ان کی عاجزی اور ان کا فریب وتلبیس ظاہر ہو گیا۔ امیر نے ابن تیمیہ سے پوچھا کہ تم ان سے کیا چاہتے ہو؟ آپ نے کہا: اتباع کتاب وسنت اور عقیدہ کی اصلاح چاہتا ہوں۔ یہ لوگ ایسا عقیدہ ہرگز نہ رکھیں کہ کسی بھی شخص کو کتاب وسنت کے حکم سے باہر نکلنے کی گنجائش ہے۔

رفاعی صوفی کہنے لگا کہ ہم کتاب وسنت کے متبع ہیں۔ کیا گلوں کے طوق کے سوا اور بھی کسی چیز کا انکار ہے؟ ابن تیمیہ نے کہا: گلے کا طوق ہو یا کوئی دوسری چیز، کوئی خاص چیز مقصد نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں داخل ہوں۔ امیر نے پوچھا: کتاب وسنت ان پر کون سی چیز واجب کرتے ہیں؟ ابن تیمیہ نے فرمایا: کتاب وسنت کے فیصلے بہت ہیں، اس ایک مجلس میں ان کا بیان ممکن نہیں۔ مقصد

یہ ہے کہ عمومی اور اجمالی طور پر وہ اس بات کا اقرار کریں کہ کتاب وسنت کی اتباع کریں گے اور جو اس سے خارج ہوگا اس کی گردن ماردی جائے گی۔ کتاب وسنت کی اتباع میں سے چند اہم چیزیں یہ ہیں کہ صلاۃ پنجوقتہ کی پابندی کریں، صلاۃ کے دوران بات چیت نہ کریں جیسا کہ ان لوگوں کا طریقہ ہے، صلاۃ کے دوران یہ لوگ کہتے ہیں: یاسیدی أحمد شیئا للہ اس سے صلاۃ بھی فاسد ہو جائے گی اور شرک بھی ثابت ہوگا۔ وہ صلاۃ جس میں ایاك نعبد وایاك نستعین کے اقرار کا حکم دیا گیا ہے اس کے اندر یہ لوگ شرک اور دعاء غیر اللہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ صلاۃ کے دوران سخت قسم کی چیخ مارا کرتے ہیں۔ صوفی نے کہا: جیسے لوگ چھینک پر مجبور ہوتے ہیں ویسے ہم چیخ پر مجبور ہوتے ہیں۔ ابن تیمیہ نے کہا کہ یہ غلط اور جھوٹ ہے، یہ لوگ بہ تکلف ایسا کرتے ہیں۔ شرعی کوڑے اور محمدی تلوار سے اس کی اصلاح ہوگی۔ صوفی کہنے لگا کہ یہود ونصاری کو اپنے اپنے دین پر باقی رہنے کی اجازت ہے اور ہم کو یہ اجازت نہ ہوگی؟ ابن تیمیہ نے کہا: یہود ونصاری اپنے گھروں کے اندر چھپ کر اپنے دین پر عمل کرتے ہیں اور جزیہ

دیتے ہیں، لیکن اہل بدعت کو اپنی بدعتوں کے اظہار کی قطعاً اجازت نہیں دی جائے گی۔

صوفی نے کہا: بدعت زنا ہی کی طرح ایک چیز ہے۔ ابن تیمیہ نے کہا کہ زنا معصیت ہے اور بدعت معصیت سے بدتر ہے۔ معصیت سے توبہ کی جاتی ہے اور بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔ پھر کسی صوفی نے کہا کہ ہم تو لوگوں سے توبہ کرواتے ہیں، انھیں دین پر لاتے ہیں۔ ابن تیمیہ نے جواب دیا: تم کس بات سے توبہ کراتے ہو، چوری سے؟ ڈکیتی سے؟ خبردار! ان کی حالت تمھارے توبہ کرانے سے پہلے بہتر تھی۔ وہ صرف فاسق تھے، ان چیزوں کو حرام اور گناہ سمجھتے تھے، اللہ کی رحمت سے پرامید تھے، توبہ کی نیت تھی، لیکن تم لوگوں نے ان سے توبہ کرا کے انھیں گمراہ اور مشرک بنا کر دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا۔ آج وہ اللہ کی محبوب چیزوں سے بغض اور مبغوض چیزوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ بدعت معصیت سے زیادہ برا ہے۔

مناظرہ اس سے بھی آگے ہے لیکن اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس

کے اندر بہت سے ایسے مفید قواعد وضوابط ہمارے سامنے آگئے جس سے اہل بدعت کی کرامت نما شعبدہ بازیوں کے مکروفریب کا پردہ چاک کرنے میں سہولت اور آسانی ہوگی۔

فراست وتَوَسُّم

بعض لوگ چند ضعیف احادیث کا سہارا لے کر اہل ایمان کے لئے فراست وتوسم ثابت کرتے ہیں اور اسے ایک قسم کی کرامت مانتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہو جاتاہے کہ اس سے متعلق بھی کچھ گفتگو کرلی جائے۔

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کی قوم کا کرتوت اوران پر عذاب کاتذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایاہے:

﴿ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾ ﴾ الحجر: ۷۵

[بلاشبہ بصیرت والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں]۔

اس آیت کی تفسیر میں سنن ترمذی کی یہ حدیث بعض مفسرین نے ذکر کی ہے: ((اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ))

(مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے)۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے اور شیخ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔(ضعیف الجامع ح ۱۲۷)

اسی طرح ایک اور روایت ذکر کی جاتی ہے جو طبرانی میں ہے :

((إِنَّ لِلَّهِ عِبَادًا يَعْرِفُونَ النَّاسَ بِالتَّوَسُّمِ)). (اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو توسم کے ذریعہ پہچان لیتے ہیں)۔

امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس خبر کو منکر قرار دیا ہے۔

آیت کی تفسیر میں ذکر کی گئی دونوں احادیث پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں لہذا ان احادیث کے ذریعہ قرآن کی تفسیر کرنا درست نہیں۔ اب صرف صورت یہ باقی رہ جاتی ہے کہ مفسرین کرام نے اس آیت کی کیا تفسیر کی ہے اور عربی زبان میں اس کا کیا معنی و مفہوم بنتا ہے۔

ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے متوسمین کی تفسیر ناظرین (غور و فکر کرنے والوں) سے کی ہے۔اور یہی تفسیر امام ضحاک سے بھی مروی ہے۔البتہ امام قتادۃ نے متوسمین کی تفسیر معتبرین (عبرت حاصل

کرنے والوں) سے کی ہے۔(ملاحظہ ہو تفسیر طبری)

دراصل عبرت حاصل کرنے والے لوگ وہی ہوتے ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔اور اہل ایمان غور و فکر کرنے اور عبرت حاصل کرنے میں سب سے آگے ہوتے ہیں۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام مجاہد رحمہ اللہ نے متوسمین کا معنی متفرسین (فراست والے) بیان کیا ہے۔ (تفسیر طبری)

فراست اور توسم لغوی اعتبار سے مترادف اور ہم معنی ہیں۔دونوں کا لغوی معنی سوجھ بوجھ، غور و فکر اور نظر و تحقیق ہوتا ہے۔(ملاحظہ ہو عام کتب لغت مثلاً لسان العرب، القاموس المحیط، الصحاح وغیرہ)

فراست کی اقسام:

بعض علمائے کرام نے فراست کی دو قسمیں اور بعض نے تین قسمیں بیان کی ہیں۔چونکہ تین قسموں کے بیان میں وضاحت زیادہ ہے اس لئے ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں۔

ا۔ایمانی فراست:

اللہ کی جانب سے بندہ کے دل میں نور کی نوازش سے یہ فراست نصیب ہوتی ہے۔ جس کا ایمان جس قدر زیادہ، قوی اور پختہ ہوگا اسی مقدار میں اس کی فراست تیز ہوگی۔ایمانی فراست کے لئے دلیل وہ احادیث نہیں جو ضعیف اور غیر ثابت ہیں اور جن کا ذکر اوپر ہوچکا ہے کیونکہ ضعیف اور غیر ثابت احادیث کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا بلکہ اس کے لئے قرآن مجید کی وہ آیت دلیل ہے جس میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱللَّهُ﴾ البقرة: ۲۸۲

[اللہ سے ڈرو، اللہ تم کو تعلیم دے گا]۔

۲۔ مشقی فراست:

بھوک، بیداری اور تنہائی کے ذریعہ یہ فراست حاصل ہوتی ہے کیونکہ نفس انسانی جس قدر اپنے تعلقات سے دوری اختیاری کرتا ہے اسی قدر اسے فراست حاصل ہوتی ہے۔ یہ فراست مومن وکافر کے درمیان مشترک ہے۔نہ اسے ایمان کی دلیل بنایا جاسکتا ہے نہ ہی ولایت کی، نہ اس سے صراط مستقیم کی رہنمائی ملتی ہے اور نہ منفعت بخش حق کی، بلکہ یہ فراست اسی انداز کی ہے جس طرح بعض فیصلہ کرنے والے حاکم اور خوابوں کی تعبیر بتلانے والے عالم اور دوا دینے والے حکیم بعض معاملات کا اندازہ لگا لیا کرتے ہیں۔

۳۔ خَلقی فراست:

یہ وہ فراست ہے جس سے متعلق ڈاکٹروں اور حکیموں نے کتابیں تصنیف کی ہیں اور کسی کے جسمانی اوصاف سے اس کے روحانی اخلاق پر استدلال کیا ہے کیونکہ دونوں کے درمیان یک گونہ تعلق ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص کا سر غیر معمولی طور پر چھوٹا ہو تو اسے عقل کی کمی پر

دلیل بناتے ہیں اور اگر غیر معمولی بڑا ہو تو عقل کی زیادتی پر، وغیرہ۔

(ملاحظہ ہو شرح عقیدہ طحاویہ/۷۵۳)

فراست سے متعلق دو واقعات:

پہلا واقعہ:

امام شافعی اور امام محمد بن حسن صحن کعبہ میں بیٹھے تھے کہ مسجد کے دروازے سے ایک شخص داخل ہوا۔ ایک نے کہا: مجھے یہ شخص بڑھئی معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے نے کہا: مجھے یہ شخص لوہار معلوم ہوتا ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر گیا اور اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں پہلے بڑھئی کا کام کرتا تھا اور اب لوہاری کا کام کرتا ہوں۔

اس واقعہ کو صوفیاء کشف وکرامت تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ استدلال بالعلامت ہے۔ البتہ کوئی علامت ایسی ہوتی ہے جسے ہر شخص جان لیتا ہے اور کوئی علامت ایسی ہوتی ہے جسے کچھ ہی لوگ جان سکتے ہیں۔

دوسرا واقعہ:

امام بیہقی نے امام شافعی کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک بار جامع

مسجد میں ایک شخص داخل ہوا۔ سونے والوں کے درمیان جاکر گھومنے لگا تو امام شافعی نے اپنے شاگرد ربیع سے کہا کہ اس شخص کا ایک غلام جو سیاہ فام تھا اور اس کی ایک آنکھ میں تکلیف تھی گم ہو گیا ہے۔ ربیع کہتے ہیں کہ میں نے اس سے جاکر کہا تو وہ بولا: جی ہاں! میں نے اس سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ، چنانچہ وہ امام شافعی کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ میرا غلام کہاں ہے؟ امام شافعی نے بتایا کہ جاؤ جیل میں تلاش کرو وہاں ملے گا۔ چنانچہ وہ جیل گیا اور اپنا غلام پا گیا۔

امام شافعی کے شاگرد مزنی کہتے ہیں کہ ہم نے امام شافعی سے عرض کیا کہ آپ نے ہمیں حیرت میں ڈال دیا ہے۔ آپ اس کی تفصیلات سے ہمیں آگاہ کیجئے۔ آخر بات کیا ہے؟ امام شافعی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے دروازے سے داخل ہو کر سونے والوں میں چکر لگا رہا ہے، میں نے سوچا کہ کسی بھاگنے والے کو ڈھونڈ رہا ہو گا۔ پھر دیکھا کہ گوروں کو چھوڑ کر صرف کالوں ہی کے پاس جاتا ہے میں نے کہا کہ اس کا غلام سیاہ فام ہو گا۔ پھر دیکھا کہ وہ لوگوں کی بائیں آنکھ کو بڑے غور سے دیکھتا ہے تو سوچا کہ اس کے

بائیں آنکھ میں کوئی تکلیف ہو گی۔

مزنی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: لیکن یہ کیسے پتہ چلا کہ وہ جیل میں ہے تو آپ نے فرمایا کہ غلاموں کے بارے میں ایک حدیث ہے کہ جب بھوکے ہوتے ہیں تو چوری کرتے ہیں اور جب آسودہ ہوتے ہیں تو زنا کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ کسی ایک جرم کا مرتکب ہو کر جیل گیا ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ واقعہ تحفۃ الاحوذی میں مذکور ہے۔ یہ واقعہ کرامت نہیں بلکہ ذکاوت وذہانت کا واقعہ ہے۔

فہرست مضامین

المحتويات	صفحہ	موضوعات
مقدمة	3	مقدمہ
تعريف الكرامة	8	کرامت کیا ہے؟
أنواع الكرامة	8	کرامت کی قسمیں
أهمية الكرامة	9	کرامت کی اہمیت
أسباب الكرامة	10	کرامت کے اسباب
أنواع خرق العادة	11	خرق عادت کی قسمیں
الخوارق وأصحابها	14	خوارق اور اصحاب خوارق
الفرق بين الكرامة والمعجزة	15	کرامت اور معجزہ کا فرق
الفرق بين الكرامة والاستدراج	15	کرامت اور استدراج کا فرق

معنى الولي والأولياء	16	ولی اور اولیاء کا مفہوم
تعريف الأولياء	20	اولیاء کون ہیں؟
مراتب أولياء الله	20	اولیاء اللہ کے مراتب
منّة الله على أوليائه	22	اولیاء پر اللہ کی نوازشات
أشكال أولياء الله	25	اولیاء کی شکل وصورت
أصناف أولياء الله	26	اولیاء کی صنف
ألقاب أولياء الله	27	اولیاء کے القاب
الغلو في الأولياء	28	اولیاء میں غلو
معيار الولاية	29	معیار ولایت
الكرامة ابتلاء	30	کرامت ایک آزمائش ہے
ليس كل نعمة كرامة	30	ہر نعمت کرامت نہیں
ادعاء الولاية	32	بعض صوفیاء کا دعوائے ولایت
كبر الصوفية	36	صوفیاء کا کبر وغرور
عقيدة أهل السنة في الأولياء	40	اولیاء سے متعلق عقیدۂ اہل سنت
شروط الكرامة	40	کرامت کے شرائط وضوابط

العربية	صفحہ	اردو
الكرامات المذكورة فى القرآن	45	قرآن کریم میں مذکور کرامات
۱- قصة مريم عليها السلام	45	ا۔ مریم علیہا السلام کا واقعہ
۲- قصة أصحاب الكهف	46	۲۔ اصحاب کہف کا واقعہ
۳-قصة في عهد سليمان عليه السلام	47	۳۔ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا واقعہ
الكرامات المذكورة فى الحديث	48	احادیث میں مذکور کرامات
۱- قصة أصحاب الغار	48	ا۔ تین غار والوں کا واقعہ
۲- قصة مزارع صالح	51	۲۔ ایک صالح کسان کا واقعہ
۳- قصة جريج الراهب	53	۳۔ جریج راہب کا واقعہ
٤- قصة سارة عليها السلام	55	۴۔ سارہ علیہا السلام کا واقعہ
٥- قصة رجل أمين	57	۵۔ ایک امانت دار شخص کا واقعہ
٦- قصة أصحاب الأخدود	60	٦۔ اصحاب أخدود کا واقعہ
كرامات الصحابة	66	کرامات صحابہ
كرامات التابعين	76	کرامات تابعین
الرد على منكرى الكرامة	78	منکرین کرامت کی تردید
الغلو فى إثبات الكرامة	80	اثبات کرامت میں غلو

هل يحصل علم الغيب بالكرامة؟	84	کیا غیب دانی بھی کرامت ہے؟
آثار الغلو في الكرامة	84	کرامت میں غلو کا نتیجہ
قصة طريفة	85	ایک دلچسپ حکایت
مناظرة مفيدة	86	ایک دلچسپ مناظرہ
الفراسة والتوسم	97	فراست وتوسم
أقسام الفراسة	100	فراست اور اس کی اقسام
قصتان للفراسة	102	فراست سے متعلق دو واقعات